تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

احسان ۱۳۶۳ ہش / جون ۱۹۸۴ء

شرح چندہ

پاکستان: بیس ۲۰/ روپے سالانہ

فی پرچہ: دو روپے صرف

ایڈیٹر — **غلام باری سیف**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

رمضان سنہ ۱۴۰۳ ہجری

احسان ۱۳۶۳ ہش

جون سنہ ۱۹۸۴ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

مدیران اعزازی

ملک صلاح الدین صاحب بھارت، مبارک احمد صاحب ساقی لنڈن

کمال یوسف صاحب سکینڈے نیویا

شرح چندہ ماہنامہ "انصار اللہ"

پاکستان	—	تیس روپے سالانہ ۲۰/
امریکہ، کینیڈا، جزائر فجی	بذریعہ ہوائی ڈاک —	پندرہ ۱۵ ڈالر "
	" بحری ڈاک —	آٹھ ۸ " "
دیگر ممالک	بذریعہ ہوائی ڈاک —	چھ ۶ پونڈ "
	" بحری ڈاک —	تین ۳ " "

فہرست مضامین

پبلشر :- چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر :- سید عبدالحیٔ

مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت :- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

قیمت فی پرچہ :- ۲ دو روپے

جلد ۲۵ | ماہنامہ "انصار اللہ" ربوہ | شمارہ ۶

احسان ۱۳۶۳ ہش

محمود بحران

پہلی مرتبہ یہ اصطلاح اپنے والد محترم حکیم چراغ دین صاحب مرحوم و مغفور سے سُنی ۔ میں مڈل سکول کا نوواں میں پڑھتا تھا کہ میری بائیں ٹانگ میں وَرم ہُوا۔ وَرم بڑھتا بڑھتا ایسا رنگ اختیار کر گیا کہ میری راتوں کی نیند حرام ہوگئی ۔ میرے تایا جو مجھ سے بہت پیار کرتے تھے ۔ ان کی رائے یہ تھی کہ اگر بچہ جان سے بچ گیا تو بھی ٹانگ سے لنگڑا ہو جائے گا ۔ مجھ سے بڑے میرے بھائی بہنوں سے کوئی بھی زندہ نہ رہا تھا اس لئے والدین بڑے متفکر تھے ۔ والد صاحب نے حکمت کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور والدہ مرحومہ سے فرمایا اگر یہ ورم فلاں فلاں دن پھٹ گیا تو بحران محمود ہے ۔ لڑکا ٹھیک ہو جائے گا ۔ اور پھر مجھے وہ آخری رات یاد ہے ۔ میری تکلیف انتہاء کو پہنچ گئی ۔ گرمیوں کے دن تھے ۔ کوٹھے پر چارپائیاں ڈالی گئی تھیں ۔ اور میرے ارد گرد عیادت کرنے والے تھے ۔ میری ٹانگ پر چکنی مٹی کا پلستر کر دیا تھا اور جہاں ورم کا مرکز تھا وہاں چکنی مٹی کی موٹی تہ تھی ۔ والد صاحب اب انتظار میں تھے ۔ صبح ہوئی انہوں نے اپنے ہاتھ سے ورم کے مرکز سے مٹی دُور کی ۔ پیپ کی دھار پھوٹ کر میرے زخم سے لوٹے کی ٹونٹی کی دھار کی طرح دُور جا پڑی ۔ اور والد صاحب نے کہا الحمد للہ "بحران محمود" ہے ۔

پھر ہر روز زخم کو صاف کرتے اس میں ادویہ کی بتّی داخل کرتے ۔ ورم جہاں سے پھٹا تھا وہاں ایک سوراخ ہوگیا اور آہستہ آہستہ ناسور کی شکل اختیار کرنے لگا ۔ بالآخر والد صاحب نے فیصلہ کیا کہ فلاں دن صبح اپریشن کروں گا ۔ اور وہ وقت اور جگہ مجھے آج بھی یاد ہے جب میرا اپریشن ہُوا ۔ نہ اس وقت مجھے بیہوش کیا گیا ۔ نہ اس کا حکماء میں رواج تھا ۔ اور پھر جس دن میں اس قابل ہُوا کہ سوٹی کے سہارے چل سکوں ۔ والد محترم نے اپنی نذر کے مطابق

بڑی مقدار میں میرے ہاتھ سے لڈو تقسیم کروائے ۔ آج بھی میری ٹانگ پر چار پانچ انچ لمبا اپریشن کا نشان باقی ہے لیکن الحمد للہ میری ٹانگ پر سوائے نشان کے کوئی اثر باقی نہیں ۔ طالب علمی کے زمانہ میں کھیلوں میں خوب حصّہ لیتا رہا ۔ انعام بھی لئے ۔

یہ واقعہ میری زندگی کا ناقابلِ فراموش واقعہ ہے کہ والد محترم نے طبّ کی کتاب دیکھی اور فرمایا اگر فلاں دن یا بیماری کے آغاز سے اتنے دنوں بعد پھوڑا پھٹ گیا تو "بحران محمود ہوگا"

بحران تو تھا اور ایسا کہ لوگ مجھ پر رحم کھاتے ۔ عیادت کے لئے رشتہ دار اور پڑوسی آتے ۔ لیکن الحمد للہ "بحران محمود" نکلا ۔ وہ گھڑی شبھ گھڑی ثابت ہوئی ۔

میں یہ سوچ رہا تھا اور یہ الفاظ میرے ذہن میں بار بار آرہے تھے ۔ "بحران محمود" ہے ۔ الحمد للہ "بحران محمود" نکلا ۔

میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ افراد اور اقوام پر بحران آیا کرتے ہیں ۔ کبھی یہ بحران بڑا سخت ہوتا ہے کبھی بگولے کی مانند آتا ہے اور دیکھتے دیکھتے آسمان سے باتیں کرنے لگ جاتا ہے ۔ غبار اور مٹی میں ہلکے کاغذ آسمان کی طرف بلند ہوتے ہیں ۔ دیکھنے والے جل تُو جلال تُو کا ورد کرنے لگ جاتے ہیں ۔ کبھی جھکڑ اُٹھتا ہے اور سائن بورڈوں کو اکھاڑ کرلے جاتا ہے ۔ کبھی ایسی آندھی اُٹھتی ہے کہ بڑے بڑے برگد جڑوں سے اُکھڑ جاتے ہیں ۔ بادِ سموم کے تھپیڑے چہروں پر ریت کے ذرّے پھینکتے ہیں ۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آندھی سے گرمی کا زور ٹوٹ جاتا ہے اور اس کے بعد بارش علاقے کو جل تھل کر دیتی ہے ۔ ٹھنڈی ہوائیں جسم و رُوح کو راحت پہنچاتی ہیں ۔

یہ بحران موسم میں بھی پیدا ہوتا ہے ۔ افراد پر بھی بحران آتا ہے ۔ اقوام پر بھی ۔ بحران سے کون بچتا ہے ۔ لیکن خدا والوں کے بحران محمود ہی ہوتے ہیں ۔ وہ انہیں نئی زندگی عطا کر جاتے ہیں ۔ میرے ذہن میں خدا کے ماموریں کے بحران آنا شروع ہوئے ۔

فلسطین کی سرزمین میں گیارہ بھائی حضرت یعقوب علیہ السّلام کے نورِ نظر یوسفؑ کو چاہِ کنعان میں ڈال آتے ہیں ۔ اور خون آلود قمیص یعقوب علیہ السلام کے سامنے لا ڈالتے ہیں ۔ خدا کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام یہی کہتے ہیں :

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ط وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ہ (یوسف آیت : ۱۹)

کہ صبر ہی مناسب ہے اور تمہاری حرکتوں کو خدا کے ہی سپرد کرتا ہوں ۔

بحران اس پر ہی ختم نہیں ہوتا ۔ بحران پر بحران پیدا ہوتا ہے ۔ کنوئیں سے بچ کر نکل آئے تو زلیخاء مصر کی سازش نے قید خانہ میں ڈلوا دیا ۔ بوڑھے باپ حضرت یعقوب علیہ السّلام کی آنکھیں بوجہ گریہ سفید ہوگئیں ۔ اِدھر نورِ نظر قید خانہ کے اندھیروں میں پڑے ہیں ۔ لیکن تاریخ شاہد ہے یہ بحران محمود ہی نکلا ۔ خدا کی تقدیر پوری ہوئی ۔ یوسفؑ کو

کنوئیں میں ڈالنے والے۔ انہیں چور قرار دینے والے

اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ

ایک روز اُن کی گردن انقیاد یوسف علیہ السّلام کے سامنے جُھک گئی۔ باپ کو نُور نظر ایسی حالت میں نظر آیا کہ وہ تختِ مصر پہ براجمان تھے۔ اور فرمانبردار بیٹے یوسف نے ماں باپ کو تختِ مصر پر اپنے ساتھ بٹھایا۔

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا۔ (یوسف آیت: ۱۰۱)

اور آج یوسف بھائیوں کو یہ کہہ رہے تھے:۔

اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۖ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (یوسف آیت: ۹۱)

میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر احسان کیا جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

آغاز دیکھئے۔ یوسف علیہ السّلام کے ابتلاء دیکھئے اور ان کا تقویٰ اور ثابت قدمی دیکھئے کہ خدا کو مخاطب ہو کر بھی کہتے رہے:۔

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ۔ (یوسف آیت: ۳۴)

اے اللہ جو یہ چاہتے ہیں جس طرف یہ بُلاتے ہیں اُس سے تو قید خانہ ہی اچھا۔

لیکن ــــ یوسف علیہ السلام اور اُن کے والد محترم کا بحران محمود ہی نکلا۔

انبیاء علیہم السّلام، مامورینِ درگاہِ باری اور اس کے پاک بندوں کے بحران ہمیشہ محمود ہی ثابت ہوئے۔ مضمون طویل ہو جائے گا ورنہ قرآن مجید میں سے ایک ایک بحران کا ذکر کرتا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ ذکر اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ہی کیا جائے۔

ہجرت کا بحران

گھر سے بے گھر ہوئے۔ وطن چھوٹا۔ محبوب در و دیوار چھوٹے۔ بیت اللہ کی تعمیر کے مقصد کو پُورا کرنے کے لئے خدا نے جس کو بھیجا تھا آج وہ وہاں سے مجبوراً رخصت ہو رہے تھے۔ تین دن غارِ ثور میں کاٹے۔ دور دراز شہر مدینہ میں وارد ہوئے۔ لیکن قرآن بتاتا ہے کہ ہجرت، مدنی زندگی، فتوحات کے آغاز کا دور تھا اور آپ کے مخالفین کے تنزّل اور تباہی کا آغاز تھا۔

بدر کا بحران

پھر بدر کا بحران آیا۔ تین سو تیرہ نہتے، بیکس مدینہ سے نکل کر بدر کے میدان میں خیمہ زن ہوئے۔ مکّہ سے

نخوت اور تکبّر کے ایک ہزار مجسّمے باہر نکلے۔ ہر منزل پر شراب کے خم انڈھیلتے، اونٹ ذبح کرکے گوشت بھونا جاتا۔ طاقت کے نشہ میں یہ مغرور مکّہ میں نعوذ باللہ، نعوذ باللہ یہ پیغام بھجواتے ہیں کہ

ہمارے بھگوڑے واپس کرو۔ ورنہ ہم مَردوں کو تہ تیغ کردیں گے اور عورتوں کو لونڈیاں بنائیں گے۔

خدا کا برگزیدہ رسول گھاس پھونس کے جھونپڑے میں خدا کے حضور گریہ وزاری کر رہے ہیں۔ ظاہر بین آنکھ دیکھ رہی تھی کہ مدینہ سے یہ جانباز اس لئے نکل آئے ہیں کہ گھروں میں نہ مارے جائیں۔ باہر نکل کر جان دیدیں۔

لیکن یہ بحران بھی محمود نکلا۔ طاقت کے نشہ میں چُور اب زخموں سے چُور واپس ہوئے۔ مکّہ کا کوئی گھر نہ تھا جہاں اپنے مقتولین کی وجہ سے نالہ و شیون بلند نہ ہو رہا تھا۔ ستّر کفار قید ہوئے۔ ستّر واصلِ جہنّم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن کو "یوم الفرقان" قرار دیا کہ آج حق و باطل میں فیصلہ کن معرکہ ہُوا۔

بحران دیکھئے کتنا بڑا تھا لیکن انجام اس کا رسول پاکؐ اور صحابہ کرام کے حق میں محمود ہُوا۔ اور یہ بحران بھی محمود ثابت ہُوا۔

اُحد کا بحران

اس کے ایک سال بعد اُحد کا بحران آیا۔ آج مسلمانوں کی حالت بدر کی طرح پتلی نہ تھی۔ لیکن میرے آقا و مولا ایک رؤیا دیکھ چکے تھے۔ جس کی تعبیر یہ تھی کہ آپ کے عزیز اور کچھ صحابہ شہید ہوں گے۔ آغاز جنگ میں مسلمانوں کا پلڑا بھاری ثابت ہُوا مسلمانوں کو فتح ہوئی لیکن درہ پر متعین بعض صحابہ کی اجتہادی غلطی کی وجہ سے فتح بظاہر شکست میں تبدیل نظر آنے لگی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم زخمی اور بیہوش ہو کر گر گئے۔ دشمن بتوں کے جیکارے بلند کرنے لگ گئے مسلمانوں کی نظر میں دُنیا اندھیر ہوگئی۔ اس بحران کا محمود پہلو کیا تھا؟ یقیناً یہ بحران خدا کی تقدیر محمود ثابت ہوئی۔ اس مرحلہ پر جاں نثاروں اور فدائیوں کی جاں سپاری کی وجہ سے خدا کی طرف سے یہ سندِ خوشنودی عطا ہوئی۔

مِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ۔

انسؓ بن نضر۔ سعدؓ بن ربیع۔ زیدؓ بن سکن۔ طلحہؓ، ابو طلحہؓ نے اور دیگر اکابر صحابہ نے خدا سے یہ سند پائی کہ تم نے حق ادا کر دیا۔

اسی لئے جب کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم اُحد پہاڑ کو دیکھتے تو فرماتے۔

جَبَلُ اُحُدٍ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ

کہ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اُس سے۔ کہ اس بحران نے ثابت کر دیا۔

صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔

کہ صحابہؓ نے خدا سے جو عہد کیا تھا وہ انہوں نے سچ کر دکھایا۔

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلّم ہر بحران سے نکھر کر نکلے۔ ان کا ایمان، اخلاص، عشقِ رسولؐ، فدائیت جان سپاری کا جذبہ پہلے سے بڑھ گیا۔

احزاب کا بحران

عرب کے سب قبائل ٹڈی دَل لشکر کی طرح اُمڈ آئے اور مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ بھوکے اور پیاسے صحابہ نے شہر کو خندق کھود کر بچانے کی سوچی۔ ایک روز دشمن کے حملوں کا ایسا زور ہُوا کہ ظہر و عصر، مغرب و عشاء کی نمازیں آخر میں جمع کر کے ادا کیں۔

اِدھر مدینہ کے یہودیوں سے حملہ آوروں کا رابطہ قائم۔ حتّٰی کہ صحابیات کو حفاظت کے نکتہ نگاہ سے ایک جگہ جمع کرنا پڑا۔ اس بحران کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۔ (احزاب آیت : ۱۱)

اُس وقت کو یاد کرو۔ جبکہ اُوپر پہاڑی کی طرف سے بھی اور نیچے نشیب کی طرف سے بھی مخالف آ گئے تھے۔ جب آنکھیں کھچ گئی تھیں۔ اور دل دھڑک دھڑک کر حلق تک آ گئے تھے۔ اور تم اللہ تعالیٰ کے بارہ میں شکوک میں مبتلا ہو گئے تھے۔

کتنا بڑا بحران تھا یہ لیکن یہ بحران بھی محمود ثابت ہُوا۔ ایک رات آسمان سے نازل ہونے والی بارش اور تیز ہوا نے مخالفین کے الاؤ بجھا دیئے۔ خیمے اُکھڑ گئے اور وہ اِسے بدفال سمجھ کر خیمے منتقل کرنے کی نیت سے خیمے اکھاڑ کر چل دیئے۔ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس کی خبر دی۔ آپ نے حضرت زبیرؓ کو بھجوا کر پتہ کروایا۔ تو محاصرہ اُٹھ چکا تھا۔ میدان صاف تھا۔ تب زبانِ ترجمانِ فیض سے ارشاد ہُوا۔

اَلْآنَ لَا يَغْزُوْنَنَا بَلْ نَحْنُ نَغْزُوْهُمْ

کہ سنو میرے صحابہ! یہ لشکر جو تمام قبائل کا نمائندہ لشکر تھا۔ آئندہ ہم سے لڑنے نہیں آئیں گے بلکہ ہم فتنہ کو فرو کرنے کے لئے وہاں پہنچیں گے۔

تو یہ بحران بھی محمود نکلا ——

جب خندق کھودتے چٹان توڑتے وقت ایک معجزہ کا ظہور ہُوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا خدا کی قسم کسریٰ و قیصر کی سلطنتیں باقی نہ رہیں گی اور مسلمانوں تم اُن کے خزانے راہِ خدا میں خرچ کرو گے تو مخالفین نے کہا مدینہ سے باہر نکل نہیں سکتے اور دعوے کتنے بلند بانگ۔

لیکن اللہ کے پیارے اس بحران سے بھی نکھر کر نکلے۔ یہ بحران بھی محمود ثابت ہُوا۔ اس مضمون کو شیخ

سعدی علیہ الرحمۃ نے اِس شعر میں بیان کیا ہے ۔ ؎

ہر بلا کیں قوم راحق دادہ اند ۔ زیر آں گنج کرم بنہادہ اند

ہر آزمائش اور ابتلاء جو کسی قوم پر آتا ہے ۔ اُس کے نیچے اللہ تعالیٰ رحم و کرم کا خزانہ رکھ دیتا ہے ۔

اور مشہور صحابی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کیا پیارا فقرہ فرمایا :-

اُبْتُلِيْنَا بِالضَّرَّاءِ فَصَبَرْنَا عَلَيْهِ

کہ خدا نے ہمارا امتحان دُکھوں ، مصائب اور تکالیف کے ذریعہ لیا تو ہم نے صبر کیا ۔

لیکن جب کشائش کے ذریعہ ہمارا امتحان لیا

فَلَمْ نَصْبِرْ عَلَيْهِ

ہم اس پر صبر نہ کر سکے ۔ یعنی اِس امتحان میں پُورے نہ اُترے ۔ اور وہ امتحان یہ ہوتا ہے کہ آسائش اور کشائش میں اپنے مقصد کو اوجھل نہ ہونے دیں ۔ مقصدِ حیات نظر انداز نہ ہو ۔ دُنیا کے سمندر میں ڈالے جائیں تو دامن تر نہ ہو ۔

تاریخی ، علمی ، تربیتی

علم کا میدان بہت وسیع ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے بجا فرمایا ہے :-

لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي ۔

کہ سمندر سیاہی ہو جائیں تو بھی سیاہی خشک ہو جائے گی ۔ خدا کے کلمات اس کی تشریح و توضیح اور حقائق کبھی ختم نہ ہوں گے ۔

ساری عمر بھی انسان لکھتا اور پڑھتا رہے تب بھی حضرت خضرؑ کا یہ قول درست ہے جب آپ نے دریا کے کنارے ایک چڑیا کو مُنہ میں پانی لیتے دیکھا اور فرمایا :-

موسیٰ تیرا اور میرا علم مل کر بھی خدا کے علم سے اتنا بھی ہم نے نہیں لیا ۔ جتنا یہ چڑیا دریا سے پانی لے گئی ۔

اے اہلِ قلم ! قلم کی جولانی کے میدان بہت وسیع ہیں ۔

ایک بہت بڑے بزرگ عالم نے ایک بار کہا کہ جب کبھی کوئی نئی کتاب پڑھتا ہوں تو اپنی علمی کمزوری کا احساس بڑھتا ہے۔

علوم کا ماخذ قرآن ہے تو علم کا شہر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اس شہر کے دروازے صلحائے اُمت ہیں۔ پس ہر دروازے سے شہر میں آیئے۔ اور علوم کے مختلف گوشوں کی چھان بین کیجئے۔ علم کے میدان بہت وسیع ہیں اور لکھنے کے لئے بے شمار مواضیع ہیں۔ آپ تاریخی، خصوصی علمی اور تربیتی مضامین لکھیئے۔ رسالہ کے صفحات آپ کے لئے وا ہیں۔ سلطان القلم کے متبعین ہیں تو اشہب قلم کو جنبش میں رکھیں۔

مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

اے خالقِ ارض و سما برمن درِ رحمت کُشا ❊ دانی تو آں دَرد کز دیگراں پنہاں کنم

اے زمین و آسمان کے خالق مجھ پر درِ رحمت کھول۔ تُو میرے اُس درد کو جانتا ہے جسے میں اوروں سے چھپاتا ہوں

از بس لطیفی دلبرا در ہر رگ و تارم درا ❊ تا چوں بنجو دیا بم ترا دل خوشتر از بستاں کنم

اے دلبر تو بے حد لطیف ہے میرے ہر رگ و ریشہ میں داخل ہو جا تاکہ جب تجھے اندر پاؤں تو اپنا دل چمن سے بھی زیادہ خوشتر کروں

در سرکشی اے پاک خو جاں برکنم در ہجر تو ❊ زانساں ہمے گریم کز و یک عالماں گریاں کنم

اے نیک صفات اگر تو انکار کرے تو تیرے فراق میں جان دیدوں گا۔ اور اتنا روؤں گا کہ ایک عالم کو رُلا دوں گا۔

(براہین احمدیہ حصّہ چہارم حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۵۱۴)

اخلاق و آداب

گذشتہ مضمون میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید امام ترمذی کی تالیف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے آداب و اخلاق سے متعلق ارشاد پیش کئے تھے۔ اُسی ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات نقل کئے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات پر عمل سعادتِ دارین کا موجب ہے۔ ہماری دین و دُنیا دونوں سُدھر جائیں اگر ہم معاشرہ میں ان آداب کو اختیار کرلیں۔

بچّیوں پر خرچ

اِس عنوان کے تحت ابو سعیدؓ خدری کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس کی تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو لڑکیاں یا دو بہنیں ہوں۔ پھر اُن سے اُس نے شریعت کے مطابق سلوک کیا اور اُن کے حقوق کی ادائیگی میں خدا کا خوف کیا۔ تو وہ جنّت کا وارث ہوگا۔

راوی جب یہ کہتا ہے یہ کہا یا یہ تو اس کے معنے ہوتے ہیں اُسے شک ہے آپ نے یہ فرمایا یا وہ۔ راویانِ حدیث کی انتہائی کوشش ہوتی ہے کہ وہی لفظ استعمال کئے جائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمائے حتیٰ کہ مترادفات یعنی ہم معنی لفظ بھی استعمال نہ کئے جائیں۔ اور جہاں شک ہو کہ آپ نے یہ کہا یا وہ تو اس کا بھی ذکر کر دیں کہ یہاں مجھے شک ہے کہ کیا الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمائے۔

امّ المومنین حضرت سیّدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو لڑکیوں کے بارہ میں آزمایا گیا اور اُس نے اس ابتلاء میں صبر کیا۔ تو وہ لڑکیاں اُس کے اور جہنّم کے درمیان روک بن جائیں گی۔

امّ المومنین حضرت سیّدہ عائشہؓ کے بھانجے عروہؓ اپنی خالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عائشہؓ کے ہاں ایک عورت آئی۔ اس کے ساتھ اُس کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ اُس نے آکر سوال کیا۔ تو گھر میں سوائے ایک کھجور کے کچھ نہ تھا۔ حضرت عائشہؓ نے وہی کھجور اُٹھا کر اُس عورت کو دے دی۔ اُس عورت نے اس کھجور کے دو حصّے کئے اور دونوں بچیوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا۔ اور خود اُس میں سے کچھ نہ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم گھر تشریف لائے تو حضرت

عائشہؓ نے یہ تمام واقعہ عرض کیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"جو شخص ان بچیوں کے بارہ میں آزمایا جائے۔ تو یہ بچیاں اپنے والدین اور جہنم کے درمیان حائل ہو جائیں گی"

بچیوں کا دُکھ اور مسئلہ ماں باپ کے لئے بہت پریشانی کا موجب ہوتا ہے۔ وہ جوان ہوتی ہیں تو ماں باپ کی نیند کافور ہو جاتی ہے۔ اُن کا دُکھ ماں باپ کی زندگی تلخ کر دیتا ہے۔ وہ جب تک گھر میں ہیں ماں باپ فکر سے آزاد نہیں۔ اور سسرال گئیں تو بھی ماں باپ کا دھیان ان کی طرف رہتا ہے۔

میرے آقا و مولا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ڈھارس بندھاتا ہے اُن ماں باپ کی کہ فکر نہ کرو غم نہ کرو۔ حیات آخرت کو اصل زندگی سمجھنے والو یہ فکر حزن و غم خدا کی رضا کا موجب بن جائیں گے۔ بچیوں کی خاطر تکلیف جھیلنے والو! تسلّی رکھو! یہ فکر و ہمّ خدا کی رحمت کو جذب کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دو بچیوں کی نان و نفقہ کا خرچ برداشت کیا۔ میں اور وہ شخص ان دو انگلیوں کی طرح جنّت میں اکٹھے ہوں گے۔ یہ فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کی دو انگلیوں کو اکٹھا کر کے فرمایا ایسے باہم ہوں گے۔

یتیم کی کفالت اور اُس پر شفقت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جس نے کسی مسلمان یتیم کی کفالت کی ذمّہ داری لی۔ اللہ تعالےٰ اُسے یقیناً جنّت میں داخل کرے گا سوائے اس کے کہ وہ ایسا گناہ کرے جو بغیر بخشش طلب کئے بخشا نہیں جاتا یعنی شرک۔

سہل بن سعد کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت اور اس کے ساتھ کی انگلی اکٹھی کی اور فرمایا یتیم کی کفالت کرنے والا اور میں جنّت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے۔

بچّوں پر شفقت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہم سے نہیں جو چھوٹے پر رحم نہیں کرتا اور بڑے کی عزت نہیں کرتا۔

لَیْسَ مِنَّا کہ ہم میں سے نہیں کا مفہوم یہ ہے کہ اُس کا طریق ہمارا نہیں۔ اس کے اخلاق ہمارے نہیں۔

ایک دوسری حدیث جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے اس میں فرمایا جو چھوٹے پر رحم نہیں کرتا۔ بڑے کی عزت نہیں کرتا۔ نیکی کی تلقین نہیں کرتا۔ برائی سے روکتا نہیں۔ وہ ہمارا نہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک بار حضور مجلس میں تشریف فرما تھے۔ ایک بوڑھا آیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہتا تھا لیکن مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے انہیں راستہ نہ دیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چھوٹے پر رحم نہیں کرتا اور بڑے کی عزت نہیں کرتا وہ ہماری جماعت میں سے نہیں ہے۔

لوگوں پر شفقت

جریرؓ بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شفقت نہیں چھینی جاتی مگر بدبخت سے۔

حضرت عمرؓ کے فقیہہ صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ جو لوگوں پر رحم کرتے ہیں ان پر خدائے رحمان رحم کرتا ہے۔ فرمایا لوگو! زمین پر بسنے والوں پر رحم کرو۔ تم پر وہ خدا رحم کرے گا جو آسمان میں ہے۔ فرمایا رحم رحمان کا اشتقاق ہے۔ جو رحم کے رشتہ کو ملاتا ہے۔ اللہ اسے اپنے ساتھ ملاتا ہے اور جو رحم کے رشتہ کو کاٹتا ہے وہ مجھ سے قطع تعلق کرتا ہے۔

خیر خواہی

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین خیر خواہی کا نام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہ فقرہ دہرایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کس کی خیر خواہی۔ فرمایا اللہ کی۔ اس کے رسولؐ کی۔ اُس کی کتاب کی۔ مسلمانوں کے اماموں کی اور عام مسلمانوں کی۔

اللہ اس کے رسولؐ اور کتاب کی خیر خواہی کے معنے خلوص۔ صحتِ اعتقاد اور عبادت کے شارحین نے کئے ہیں۔ کتاب کی خیر خواہی اس کی تصدیق اور اس پر عمل ہے۔ اللہ کی خیر خواہی یہ ہے اس کی اطاعت کی جائے۔ بغاوت کا طریق اختیار نہ کیا جائے۔ عام مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کی بہتری کے لئے کوشاں رہنا ہے۔ (مجمع البحار)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیعت بھی لیتے تھے کہ "نماز سنوار کر ادا کریں گے۔ زکوٰۃ دیں گے اور ہر مسلمان کے خیر خواہ رہیں گے"۔

مسلمان کی مسلمان پر شفقت

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اس لئے نہ اس لئے نہ اُس سے خیانت کرے نہ اس سے جھوٹ بولے۔ نہ اُس کو بے یار و مددگار چھوڑے۔ مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان کے لئے حرام ہے۔ اُس کی عزّت، اس کا مال اور اس کا خون سب حرام ہے۔ کسی کمزوری کی وجہ سے کسی کو حقیر نہ جانو کہ تقویٰ کا تعلّق دل سے ہے۔ اس لئے دل کی کیفیّت کو خدا جانتا ہے۔ اس کی کسی ظاہری کمزوری کی بناء پر فتویٰ لگانے میں جلدی نہ کرو۔ خدا جانے وہ کتنا سلیم القلب ہے۔ فرمایا آدمی کا یہی گناہ کافی ہے کہ وہ کسی مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ کہ ایسا رویہّ معاشرہ کی صحت مندی اور سلامتی کو مجروح کرنے کا موجب ہوگا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مومن دوسرے مسلمان کے ساتھ مل کر بمنزلہ عمارت ہے کہ اس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کے لئے مضبوطی کا باعث ہے کہ اگر عمارت کو مضبوط رکھنا مقصود ہے تو پھر ایک ایک اینٹ کی نگہداشت کرنا ہوگی۔ کہ اس کے جانے اور نکلنے سے دوسری اینٹوں کو اور پھر عمارت کو نقصان ہوگا۔

اسی باب میں آخر میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی حدیث ہے کہ مسلمان مسلمان کے لئے بمنزلہ آئینہ کے ہے۔ اس لئے اگر کوئی عیب یا نقص دیکھے تو اُسے دُور کرنے کی کوشش کرے۔

اس حدیث میں جہاں ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے دُکھ تکلیف کو دُور کرنے کا حکم ہے۔ وہاں اگر کوئی عیب اپنے بھائی میں دیکھے تو دوسروں میں اس کی تشہیر نہ کرے کہ آئینہ عیب آئینہ دیکھنے والوں کو ہی بتاتا ہے دوسروں میں اس کا ڈھنڈورا نہیں پیٹتا۔

پردہ پوشی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

جس نے کسی مسلمان کی دنیوی پریشانی اور گھبراہٹ کو دُور کیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُس کی گھبراہٹ اور پریشانی کو دُور فرمائے گا اور جس نے اس دُنیا میں کسی تنگ دست کو آسائش مہیّا کی۔ اللہ تعالیٰ اس دُنیا اور آخرت میں اُسے آسائش عطا فرمائے گا اور جس نے اس دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی۔ اللہ تعالیٰ اس دُنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

فرمایا۔ اللہ اسی وقت تک بندے کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔

عزّت کا دفاع مشہور عابد زاہد فقیہہ صحابی جو دن کو روزہ سے ہوتے تورات کو جائے نماز پر کھڑے

(باقی ص۳۲ پر)

شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہؒ

حضرت امام ابن تیمیہ کا نام احمد تھا۔ ابو العباس کنیت۔ تقی الدین لقب، ابن تیمیہ عرف تھا۔ والد کا نام شہاب الدین تھا۔

آپ ۶۶۱ھ بمطابق ۱۲۶۳ء میں دمشق کے علاقہ حرّان میں پیدا ہوئے۔ اس لئے الحرّانی کہلائے۔ آپ کا خاندان سات آٹھ پشت سے علم وفضل میں نمایاں مقام رکھتا تھا۔ آپ کے دادا شیخ عبد السلام صاحب بہت ملبند پایہ عالم اور کئی کتب کے مصنّف تھے۔ جن میں منتنع الاخبار بہت مشہور ہے۔ والد بھی بہت بڑے عالم تھے۔ حافظ ذہبی نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ آپ بہت بڑے محقق اور علوم پر عبور رکھتے تھے۔ والد کی وفات کے وقت امام ابن تیمیہ کی عمر اکیس برس تھی۔

تاتاریوں کی یلغار

ابھی امام صاحب کی عمر چھ سات سال کی تھی کہ تاتاریوں کے ہاتھوں خلافت عباسیہ کے مرکز بغداد پر قیامت ٹوٹی۔ تاتاریوں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ بغداد کو تباہ کرنے کے بعد وہ شام کی طرف بڑھے۔ ان کی تاخت وتاراج سے آبادیاں صحراؤں میں بدل گئیں۔ انہوں نے اپنی فتوحات کی یادگار میں انسانی کھوپڑیوں کے مینار تعمیر کئے۔ تاتاریوں کی تباہ وبربادی سے حرّان بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ امام صاحب کے والد محترم کنبے کے افراد کو لے کر دمشق میں پناہ گزیں ہوئے۔ گھر کو چھوڑتے وقت امام صاحب کے والد محترم نے چند کتابیں اور بال بچوں کو ہی ساتھ لیا۔

تعلیم وتدریس

دمشق آکر امام صاحب کی باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا۔ آپ بچپن سے ہی نہایت ذہین واقع ہوئے تھے۔ بچپن میں ہی صرف ونحو۔ ادب۔ فلسفہ۔ قرآن، حدیث، فقہ کی تعلیم مکمل کی۔ بیس۲۰ برس کی عمر تک آپ باقاعدہ فتویٰ دینے لگ گئے۔

آپ کی قوتِ حافظہ بہت غضب کی تھی۔ علم حدیث میں ضعیف اور صحیح احادیث کی آپ خوب نشاندہی فرماتے۔ ۶۸۳ھ میں بائیس سال کی عمر میں دمشق کے مشہور دارالحدیث میں سب سے پہلا درس امام صاحب نے دیا۔ آپ کے درس میں بڑے بڑے شیوخ شریک ہوتے۔ بہت جلد آپ کی علمی حذاقت کا شہرہ دُور و نزدیک پھیل گیا۔ دمشق کی جامع مسجد میں نمازِ جمعہ کے بعد آپ قرآن مجید کا درس دیتے۔ انتیس ۲۹ سال کی عمر میں آپ کو قاضی القضاۃ کا منصب پیش کیا گیا۔ مگر خدمتِ دین کے پیش نظر آپ نے یہ منصب قبول نہ کیا۔ اکتیس ۳۱ سال کی عمر میں حج کے لئے روانہ ہو گئے۔

بدعات کا ردّ

آپ نے جب بدعات اور محدثات کے لئے قدم اٹھایا تو آپ کے خلاف طوفانِ بدتمیزی برپا ہو گیا۔ علماء کی ایک جماعت تو پہلے ہی آپ سے بغض و حسد رکھتی تھی۔ اب وہ کھلے بندوں مخالفت پر آمادہ ہوئے۔ آپ کے خلاف یہ بھی الزام لگایا کہ آپ ابن تومرت کی طرح سلطنت کے قیام کے خواہاں ہیں۔ آپ کے عقائد کو اسلام سے انحراف قرار دیا گیا۔ اِس غرض کے لئے آپ نے علماء سے مباحثے و مناظرے بھی کئے۔

تلوار کے دھنی

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ آپ نے جب ہوش سنبھالی۔ تاتاری عفریت مسلمانوں پر تباہی بن کر نازل ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ کو کئی بار اُن کے خلاف تلوار اٹھانا پڑی کئی بار تاتاریوں کے دربار میں مسلمانوں کی داد رسی کے لئے بھی آپ کو جانا پڑا۔ اُن کے دربار میں بھی آپ کلمہ حق کہنے سے نہ رُکتے۔ ایک بار۔ تاتاریوں کے امیر لشکر قتلوخان نے بطور تمسخر کہا۔ آپ نے آنے کی زحمت کیوں اٹھائی مجھے بُلا لیا ہوتا۔ آپ نے فوراً بلا توقف فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں خود جایا کرتے تھے۔ فرعون کبھی اُن کے دربار میں حاضر نہ ہُوا تھا۔

علماء کی زیادتی اور تکفیر

علماء نے آپ پر الزام لگایا کہ آپ خدا کے مجسّم ہونے کے قائل ہیں۔ سلطان مصر کے دربار میں علماء سے آپ کا مباحثہ کروایا گیا اور علماء کے اکسانے پر آپ کو اور آپ کے دونوں بھائیوں شیخ شرف الدین اور زین الدین عبدالرحیم کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ قید خانہ میں آپ نے سرکاری لباس اور کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ قریباً ڈیڑھ سال بعد آپ کو قید خانہ سے نجات ملی۔

رہائی کے بعد آپ نے پھر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس زمانہ میں وحدت وجود کے عقیدہ کے بھی خلاف آپ نے علمی جہاد کا آغاز کیا۔ ان میں بدعات دن بدن بڑھ رہی تھیں۔ امام صاحب کے درس و تدریس کی وجہ سے بیروں خانقاہ و زاویہ نشینوں میں کہرام مچ گیا۔ انہوں نے امام صاحب کے خلاف مسلح جلوس نکالے۔ چنانچہ حکومت نے ایک بار پھر آپ کو قید خانہ میں ڈال دیا۔

آپ نے قید خانہ میں ہی اصلاحات کا کام شروع کر دیا۔ اور قید خانہ میں باقاعدہ نماز باجماعت کا آغاز کیا۔ اس پر آپ کو اسکندریہ میں منتقل کر دیا اور ایک برج میں قید کر دیا۔ دو بار آپ کو قتل کرنے اور سمندر میں غرق کرنے کی دھمکی بھی دی۔

۷۰۹ھ میں سلطان ناصر مصر آیا۔ اور آپ کی رہائی کا حکم دیا۔ لیکن جب خدا نے آپ کے دن بدلے تو آپ نے اپنے مخالف علماء سے کوئی انتقام نہ لیا۔ آپ کا ایک مشہور مخالف ابن مخلوف کہتا ہے :-

"میں نے ابن تیمیہ سے بڑھ کر فراخ دل۔ خطا بخش۔ اور بردبار کسی کو نہیں دیکھا۔ ہمیں موقعہ ملا تو ہم نے آپ کی ایذاء دہی میں کوئی دریغ نہ کیا۔ لیکن جب انہیں اختیار ملا تو آپ نے ہمیں معاف فرما دیا۔"

پھر قید خانہ میں

۷۱۳ھ میں جب سلطان تاتاریوں کی سرکوبی کے لئے شام روانہ ہوئے تو امام صاحب بھی اپنے مجاہدین کے ساتھ ان کے ساتھ شام تشریف لے گئے۔ یہاں آپ کا بہت شاندار استقبال ہوا۔ لوگ آپ سے فتاویٰ طلب کرتے۔ آپ کے درس میں شامل ہوتے۔ لیکن حلف طلاق کے مسئلہ پر علماء نے پھر آپ کی مخالفت شروع کر دی اور آپ کو قید کر دیا۔ اس بار آپ قریباً چھ ماہ قید خانہ میں رہے۔

۷۲۶ھ میں آپ نے قبروں کی زیارت کی بدعات کے خلاف فتویٰ دیا تو علماء نے پھر آپ کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کیا۔ حتیٰ کہ آپ پر کفر کا فتویٰ لگا اور آپ کے قتل پر اکسایا گیا۔ چنانچہ ایک بار پھر سلطان نے آپ کو دمشق کے قید خانہ میں بند کر دیا۔ اس عرصہ میں آپ کے بھائی شیخ شرف دین صاحب فوت ہوئے لیکن آپ کو اُن کے جنازہ میں شرکت کی اجازت نہ دی گئی۔

آپ نے قید خانہ میں تصنیف کا کام شروع کر دیا۔ جب حکّام کو پتہ چلا تو آپ سے قلم و دوات چھین لے گئے۔ لیکن آپ کوئلہ سے لکھ کر تحریرات باہر بھجواتے رہے۔

فقہ میں آپ کا مسلک حنبلی تھا۔

اقوالِ امام

آپ فرمایا کرتے تھے :۔

"دنیا میں ایک بہشت ہے جو شخص اس بہشت میں نہیں آتا ۔ اُسے بہشتِ آخرت سے حصّہ نہیں مل سکتا ۔ مگر میرے دشمن کیا کریں گے ۔ میرا بہشت میرے سینے میں ہے ۔ جہاں جاؤں یہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتا ۔"

آپ فرماتے :۔

"قید میری خلوت ہے ۔ قتل میری شہادت ہے اور جلاوطنی میری سیاحت ۔"

اپنی آخری قید میں فرمایا :۔

"اگر میں اس قلعہ کے برابر زر صرف کروں تو اس نعمت کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا ۔ جو مجھے اس قید خانہ سے حاصل ہوئی ۔ اور نہ اس کی جزا دے سکتا ہوں ۔"

عبادت میں شغف

قید خانہ میں جب کاغذ و قلم آپ سے چھین لے گئے تو آپ سارا وقت عبادت میں گذارنے لگے ۔ قید کے دوران آپ نے اکاسی مرتبہ قرآن مجید ختم کیا ۔ جس وقت آپ کا دم واپسین ہوا ۔ آپ قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرما رہے ۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍۙ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ

(القمر آیت : ۵۴ ، ۵۵)

وفات و نماز جنازہ

بیس[۲۰] دن بیمار رہ کر دس ربیع الاول ۷۲۶ھ مطابق ۱۳۲۸ء پینسٹھ[۶۵] برس کی عمر میں علم و ہدایت کا یہ آفتاب قلعہ دمشق میں غروب ہو گیا ۔ پہلی نماز قلعہ میں ہوئی ۔ دوسری جامع مسجد دمشق میں ۔ تیسری شہر کے باہر آپ کے بھائی زین الدین نے پڑھائی ۔ روایت ہے کہ جنازہ کے ساتھ پانچ لاکھ افراد تھے ۔ بوقت عصر مقبرہ صوفیہ میں آپ کے بھائی شیخ شرف الدین کے پہلو میں آپ کو دفن کیا گیا ۔ متعدد شہروں میں جنازہ غائب پڑھا گیا ۔

آپ کی کُتب

امام صاحب کی چھوٹی بڑی پانچ سو کُتب بیان کی جاتی ہیں۔ عیسائیت کے ردّ میں آپ نے کئی کُتب تصنیف کیں۔ جن میں فتاویٰ ابن تیمیہ۔ الفرقان بین اولیاء الرّحمٰن و اولیاء الشّیطٰن۔ الجواب الصحیح لمَن بدّل دین المسیح۔ ردّ نصاریٰ۔ کتاب الایمان۔ ردّ المنطق۔ حسین و یزید بہت مشہور ہیں۔

"حسین و یزید" کتاب میں آپ کا مسلک بہت محتاط اور افراط و تفریط سے پاک ہے۔ قریباً پچاس صفحات کا یہ رسالہ بہت مفید اور ٹھوس مقالہ ہے۔

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم

سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیّہ فرماتے ہیں:۔

محمدؐ ہیں نقش نورِ خدا است ❊ کہ ہرگز چنوئے بگیتی نخواست

محمد صلی اللہ علیہ وسلّم خدا کے نُور کا سب سے بڑا نقش ہیں۔ ان جیسا انسان دُنیا میں کبھی پیدا نہیں ہُوا۔

تہی بود از راستی ہر دیار ❊ بکردار آں شب کہ تاریک و تار

ہر مُلک سچائی سے خالی تھا۔ اُس رات کی طرح جو بالکل اندھیری ہے۔

خدا ایش فرستاد و حق گسترید ❊ زمیں را بداں مقدمے جاں دمید

خدا نے اسے بھیجا اور حق کو پھیلایا۔ زمین میں اُس کے آنے سے جان پڑ گئی۔

نہالیست از باغِ قدس و کمال ❊ ہمہ آل او ہمچو گل ہائے آل

وہ پاکیزگی اور کمال کے باغ کا ایک درخت ہے۔ اور اس کی سب آل سُرخ گلاب کے پھولوں کی طرح ہے۔

(براہین احمدیّہ حصّہ دوم صـ ۹۳)

THE ANCIENT DOCUMENTS AND THE MODERN BIBLE

قدیم مسوّدات اور موجودہ بائیبل

مُصنّفہ

J. Paterson Smyth (جے پیٹرسن سمتھ)

نوٹ: مجلس علم وعرفان کے لئے عزیزم محترم لئیق احمد صاحب طاہر نائب وکیل التبشیر تحریک جدید نے اس کتاب کا ملخص تیار کیا جو ہم اپنے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

یہ کتاب ۲۱۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اسے لندن سے SAMPSON LOW, MARSTON CO. LTD & نے شائع کیا ہے۔ مسٹر سمتھ اس کتاب کے علاوہ دیگر تین مشہور کتُب کے مصنّفہ بھی ہیں۔ یعنی

۱۔ ہمیں اپنی بائیبل کیسے ملی۔ HOW WE GOT OUR BIBLE

۲۔ اللہ نے بائیبل کیسے القا کی اور HOW GOD INSPIRED THE BIBLE

۳۔ صحیفہ آخرت THE GOSPEL OF THE HEREAFTER

کتاب کے دیباچہ میں مصنّف لکھتا ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد کے زمانہ میں بائیبل اسی قدر مقدس اور قابل تکریم سمجھی جاتی تھی کہ گویا انہی کے عہد میں آسمان سے نازل ہوئی ہو۔ اور اگر کوئی یہ تصوّر کرتا کہ شاید بائیبل میں کوئی غلطی بھی ہوسکتی ہے۔ تو اُسے پرلے درجہ کا احمق سمجھتے تھے۔

مصنّف کہتا ہے کہ اب پرانا زمانہ بدل چکا ہے اور موجودہ نسل بائیبل پر سرعام کُھلم کُھلا تنقید کرتی اور اعتراضات کرتی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ صرف علماء اور محققین محدود حلقوں میں بائیبل پر تنقید کرتے تھے مگر آج بحث وتمحیص کی یہ آواز عوام کے کانوں سے ٹکرا رہی ہے۔

اس کتاب کے بنیادی طور پر دوؔ حصّے ہیں۔

(۱) قدیم عبرانی مسودات اور ان کی صحت کے بارہ میں دلائل۔

(۲) دوسرے حصّے میں ایسے غیر عبرانی قدیم مسودات کا ذکر ہے جن کی مدد سے عبرانی مسودات کی تصحیح ہو سکتی ہے۔

پہلے باب میں مصنف نے "عبرانی تحریروں" کے عنوان پر تفصیلاً بحث کی ہے مصنّف کہتا ہے کہ سوائے تھوڑے سے حصّہ کے عہدنامہ قدیم عبرانی زبان میں لکھا گیا تھا اور عبرانی زبان کو یہود مقدس زبان سمجھتے ہیں۔

عبرانی زبان — SEMETIC زبانوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ سِم حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا نام ہے۔ ان کی اولاد اور آل اولاد جو زبان بولتی تھی اُسے اس نام کی مناسبت سے SEMETIC کہتے ہیں مصنّف کے نزدیک سریانی اور عربی بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ سب زبانیں (اردو زبان کی طرح) دائیں سے بائیں طرف لکھی جاتی ہیں۔ شامی زبان بھی اسی خاندان کا حصّہ ہے۔

مصنّف کہتا ہے کہ ہمارے مسودات میں سے ایک مسودہ بھی قدیم عبرانی زبان میں ہم تک نہیں پہنچا۔ گو دعوے کئی موجود ہیں مثلاً ۱۸۸۳ء میں فلسطین سے قدیم عبرانی مسودات ملنے کی خوشخبری ملی۔ اور ان مسودات کی قدر و منزلت کے بارہ میں یہاں تک کہا گیا کہ یہ گویا BIBLICAL DISCOVERY ہے ۱۸۸۳ء کا یہ قدیم عبرانی مسودہ ۱۵ چمڑے کے ٹکڑوں پر مشتمل تھا۔ مرور زمانہ سے ان کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا۔ اور بدبو اور تعفن کے بھبھوکے اُٹھ رہے تھے۔ ان کی سطح ایسی تھی جیسے تیل کی تہہ جمی ہوئی ہو محققین نے جب اسے بڑی احتیاط سے SPIRITS OF WINE سے صاف کیا تو ان کی حیرت کی کوئی انتہائی نہ رہی۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ نیچے سے قدیم عبرانی کی تحریرات نمایاں ہو کر اُبھری ہیں۔ اور عہدنامہ قدیم کی کتاب استثنا کے ۱۴ کالم پر مشتمل قیمتی خزانہ ہاتھ لگا ہے۔ یہ تحریرات حضرت مسیح سے سات آٹھ سو سال پرانی قرار دی گئیں۔ یہ قیمتی مسودے ایک شخص برٹش میوزیم میں لے آیا۔ اور ان کی قیمت دس لاکھ پاؤنڈ کے قریب پڑی (دو کروڑ روپے سے زائد) اس شخص کا نام چونکہ MR. SHAPIRA تھا لہذا ان مسودات کا نام بھی اُسی کے نام پر شاپیرا کے مسودات رکھا گیا۔

اس سارے فسانہ کے بیان کے بعد مصنّف لکھتا ہے کہ اسی سال ۲۱ اگست ۱۸۸۳ء کو محققین کی ایک بڑی جماعت نے اس پر تحقیق مکمل کی اور اخبار THE TIMES OF LONDON میں یہ خبر شائع کی گئی کہ

شاپیرا مسودہ کا بلبلہ پھٹ گیا جس مسودہ کی خوب خوب شہرت تھی اور کہا جاتا تھا کہ یہ یوسفط کے زمانہ کا ہے یعنی حضرت مسیح سے سات آٹھ سو سال پہلے کا اُس کے بارہ میں یہ معلوم ہوا کہ یہ تو صرف وکٹوریہ کے عہد کا یعنی ۱۹ ویں صدی کا ہے۔ ادبی دنیا میں یہ غالباً سب

لے ملکہ الیگزانڈرینا ۲۴ مئی ۱۸۱۹ء تا ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء۔

سے بڑی دھوکہ دہی تھی "۔

مصنّف لکھتا ہے کہ وہ دن اور آج کا دن ۔ اب کسی میں یہ جرأت نہیں کہ یہ دعویٰ کرے کہ ہمارے پاس کوئی قدیم عبرانی کا نسخہ موجود ہے ۔

عبرانی زبان کی خصوصیات

۱۔ اس زبان کے حروف میں کوئی واوُلز (VOWELS) نہیں ہیں ۔ سب کے سب کانسونیٹنٹس (CONSONANTS) ہیں ۔ واولز سے مراد حرکات ہیں یعنی زبر ۔ زیر ۔ پیش وغیرہ

۲۔ عبرانی حروف پر چھوٹے چھوٹے نقطے لگا کر انہیں واولز کی آواز دے دی جاتی ہے ۔

۳۔ نقطے لگانے کا طریق حضرت مسیح ناصریؑ کی وفات سے پانچ چھ سو سال بعد رائج ہوُا

۴۔ اس سے قبل بائیبل کی تلاوت کرنے والا یا عبرانی پڑھنے والا خود مضمون کی مناسبت سے بغیر DOTS کے بعض حروف کو واولز کی آواز دیتا تھا اور بعض کو CONSONANTS کی ۔

اس سے یہ بات بآسانی سمجھ آسکتی ہے کہ ایک ہی لفظ کو مختلف آدمی مختلف واول لگا کر مختلف تلفظ میں ادا کرتے ہوں گے ۔ مصنّف نے اس کے لئے انگریزی زبان کی ایک مثال دی ہے کہ الفاظ B.R.N کو مختلف واولز لگا کر کئی طریق پر ادا کر سکتے ہیں مثلاً BORN (بی کے بعد O واول لگایا گیا ہے) ۔ BURN (بی کے بعد U واول لگایا ہے) ۔ BARN (بی کے بعد A واول لگا ہے) ۔ BARON (بی کے بعد اے اور R کے بعد O واول لگا ہے) ۔ BRIN (آر کے بعد آئی واول لگا ہے) ۔ وغیرہ گویا مختلف حرکات کی بناء پر ایک لفظ کے بیسیوں تلفظ ہو سکتے ہیں ۔ واولز کے عدم وجود کی وجہ سے بعض اوقات ایسی فاش غلطیاں سر اُٹھاتی تھیں کہ انہیں دیکھ کر انسان ورطۂ حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ مصنّف اس کی متعدد مثالیں دیتا ہے جن میں سے ایک نہایت دلچسپ مثال تحریر کرتا ہوں ۔

یہود کی روایات اور روایات کی تشریحات پر مشتمل کتاب کا نام طالمود ہے ۔ جسے یہود ایک زمانہ میں اصل بائیبل سے بھی زیادہ عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ اس میں بائیبل کی کتاب I سلاطین باب گیارہ ۱۱ آیات ۱۵ ، ۱۶ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

> یوآب نے ادوم کے ہر مرد کو قتل کر ڈالا اور جب وہ مقتل سے داؤد بادشاہ کے پاس پہنچا تو بادشاہ نے پوچھا تم نے تمام مردوں کو کیوں قتل کر ڈالا ۔ اس پر اس بہادر جنگجو نے جواب دیا کیونکہ لکھا ہے ۔

THOU SHALT DESTROY EVERY MALE ZAKAR (ذَکَرْ)

کہ تم اُن کے ہر مَرد کو تباہ و برباد کر دو گے ۔

"ZAKAR"! EXCLAIMED THE KING, "WE READ IT ZEKER (ذِکِرْ) EVERY MEMORY, EVERY MEMORIAL OF THEM"

داؤد بادشاہ نے حیرت واستعجاب سے کہا تم اسے ذَکَرْ پڑھتے ہو۔ ہم تو اسے ذِکِر پڑھتے ہیں یعنی ان لوگوں کا تذکرہ چھوڑ دو۔ انہیں یاد نہ کرو۔ ان کی یادگاریں مٹا دو۔ اور تم ان کے مَردوں کو قتل کر آئے ہو۔ یہ کیا کیا؟ (کہتے ہیں کہ یوآب چھ ماہ تک اِدوم میں یہ قتل وغارت کرتا رہا تھا)۔

مشابہ حروف (SIMILAR LETTERS)

بائیبل میں لاتعداد غلطیوں نے اس لئے بھی جنم لیا کہ عبرانی حروف میں باہم اس قدر مشابہت ہے کہ دُنیا کی کسی زبان میں یہ بات نہیں مثلاً

ر اور د کی بناوٹ یہ ہے

ר R — ד D

ی י y — وُ ו w

فرق صرف لمبائی کا ہے

اب ر اور دال حروف کی بناوٹ کی بناء پر بائیبل میں ایک فاش غلطی ہوئی جو آج تک موجود ہے۔

۲ سموئیل باب ۸ آیت ۱۳ میں لکھا ہے کہ داؤد نے شام میں وادی نمک میں اٹھارہ ہزار آدمی قتل کئے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ یہ غلطی ہے۔ وادی نمک بحیرہ مُردار یعنی DEAD SEA کے جنوب مشرق میں وادی اِدوم میں واقع ہے نہ کہ وادی سیریا میں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ غلطی کیسے واقع ہوئی؟ اوپر آپ سُن چکے ہیں کہ "ر" اور "د" بے حد مشابہ حروف ہیں۔ اور عبرانی میں VOWELS سرے سے موجود ہی نہیں۔ اِدوم کو جب عبرانی میں لکھتے ہیں تو الف دال میم (ادم) لکھتے ہیں اور شام کو عبرانی اِرَم کہتے ہیں۔ اور اِرَم کو الف راء میم (ارم) کہتے ہیں۔ کیونکہ "ر" اور "د" مشابہ حروف ہیں۔ لہٰذا نقل کرنے والے نے غیر ارادی طور پر اَدَم (الف دال میم) کو اَرَم (الف راء میم) لکھ دیا۔ اور ترجمہ وادیٔ ادوم سے وادیٔ شام ہو گیا۔ گو بحیرہ مردار وادی شام میں نہیں ہے بلکہ وادی اِدوم میں ہے لیکن یہ غلطی اب بھی موجود ہے۔

GUARDIANS OF THE LINES یعنی لائنوں کے نگران سے مراد یہ ہے کہ انگریزی زبان میں اگر لائن کے آخر میں کوئی ایسا لفظ آرہا ہو جو پورے کا پورا اُس لائن میں نہیں آسکتا تو ہائفن (چھوٹا ڈیش) لگا کر بقیہ لفظ کا حصّہ اگلی لائن میں لکھ دیتے ہیں۔

لیکن عبرانی میں اس کی جگہ گارڈینز استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی اگر کوئی لفظ پورے کا پورا لائن کے آخر میں نہیں لکھا جا سکتا تو اُسے اگلی سطر میں لکھ دیتے ہیں۔ لیکن اس طریق سے سطور کے آخر میں کچھ زائد جگہ بچ جاتی ہے۔ اس خالی جگہ کو مصنّف یا کاتب کسی اور لفظ سے پُر کر دیتے تھے۔ یہ الفاظ یا حروف اُن الفاظ کا ہی ایک حصّہ ہوتے تھے جو نچلی سطر میں لے جائے گئے تھے۔ ان الفاظ یا حروف کو گارڈینز آف دی لائنز کہتے ہیں۔ گو یہ ایک بے مقصد سی بات ہے اور اس سے صرف اتنا مقصود حاصل ہونا تھا کہ سطور میں ایک ظاہری حُسن پیدا ہو جائے اور خالی جگہ نظر نہ آئے۔

مثال کے طور عبرانی میں لفظ YEHOVAH خدا تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے انگریزی میں JEHOVAH کہتے ہیں (قرآن کریم میں اس کے لئے ھُوَ کا لفظ آیا ہے۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہ اور ھُوَ اللّٰہُ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وغیرہ ناقل)

اب اگر YEHOVAH لکھنے کی پوری جگہ سطر کے آخر میں نہ ہوتی تو اس کی جگہ صرف Y (وائی) لکھ دیتے اور YEHOVAH اگلی سطر میں درج کر دیتے۔ مصنّف لکھتا ہے کہ اس بات کا امکان بھی موجود تھا کہ ایک بے وقوف مسودہ کو نقل کرتے ہوئے فاش غلطی کر جائے خصوصاً اس صورت میں جب کہ ایسا لفظ سطر کے آخر میں بطور مُخفّف لکھ دیا جائے جو پچھلے لفظ کا حصّہ بن کر بامعنی مضمون پیدا کر سکتا ہو۔ چنانچہ نسخہ سبعینہ میں محض اس وجہ سے ایک غلطی ہوئی۔ یرمیاہ ب ۶ آیت ۲ میں قمتھ یہواہ کے الفاظ ہیں (CHAMATH YEHOWAH)۔ کیونکہ سطر کے آخر میں YEHOVAH لکھنے کی جگہ نہیں تھی۔ لہٰذا اس کی جگہ Y لکھ دیا گیا اور بعد میں یہ Y قمتھ کے ساتھ مل گیا اور قمتھی بن گیا یعنی "میرا غضب" اور کیونکہ یہ بیان یرمیاہ بن خلقیاہ کاہن کا ہے۔ لہٰذا میرا غضب کے معنی ہوئے یرمیاہ کا غضب حالانکہ اصل مضمون تھا۔ قمتھ یہوواہ یعنی خدا کا غضب۔

تو اس طریق پر گارڈینز آف دی لائنز سے بائیبل میں یقینی طور پر بعض غلطیوں نے جگہ بنالی۔

اب آیئے ایک نہایت اہم حصّۂ مضمون کی طرف جس کا عنوان ہے۔

TEXTUAL CRITICISM یعنی متن پہ تنقید۔ اصطلاحاً اس کے معنی یہ ہیں کہ حقیقی متن کی تلاش کرنا اور جو غلطیاں کسی بناء پر ہمارے متون کا حصّہ بن گئی ہوں۔ ان کی نشان دہی کرنا اور متن کو اصل حالت میں لوٹانا۔

متن کی اغلاط کی بیسیوں وجوہات ہو سکتی ہیں مثلاً :۔

۱۔ نقل کرتے ہوئے غلطی کرنا ایک یقینی امر ہے۔ آپ بڑی احتیاط سے ایک مضمون کو نقل کریں تو جب اس کا مقابلہ اصل مضمون سے کریں گے تو کچھ غلطیاں نکل آئیں گی۔ اگر بے حد احتیاط کے ساتھ پروف ریڈنگ کی ہو تو بھی غلطی کا امکان ختم نہیں ہو جاتا۔

۲۔ دوسرے عبرانی کے متشابہ حروف کی وجہ سے متن میں غلطی کا امکان بہت بڑھ جاتا ہے۔

۳۔ تیسرے عام طور پر لوگوں کی عادت ہے کہ کتب پر حاشیے اور نوٹس لکھ لیتے ہیں۔ پرانے زمانہ میں چھاپہ خانہ تو تھا نہیں قلمی نسخے ہوتے تھے۔ قلمی نسخوں کے اوپر حاشیے لکھیں اور نوٹس لکھیں تو وہ ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں گویا اصل مضمون کا حصّہ ہیں۔ بعد میں نقل کرنے والے اپنے قلمی نسخے میں حاشیے اور نوٹس اصل متن کے طور پر درج کر لیتے تھے۔ پھر اس نئے قلمی نسخہ پر جو حاشیے اور نوٹس لکھے جاتے دوسرا نقل کرنے والا اسے بھی متن کا اصل حصّہ سمجھ کر ساتھ نقل کر دیتا۔ اس طرح کئی کئی حاشیے اصل متن کا حصّہ بن گئے۔

۴۔ چوتھے متن میں غلطی اس لئے واقع ہوئی کہ بعض حروف اصل میں تھے تو پہلے یا بعد میں آنے والے لفظ کا حصّہ مگر غلطی سے اصل لفظ کی بجائے دوسرے لفظ کا حصّہ سمجھ لئے گئے۔ اس سے عبارت اور معانی میں زبردست تبدیلی ہوئی۔ مصنّف بیان سمجھانے کے لئے انگریزی کے ایک فقرہ کی مثال دیتا ہے کہتے ہیں ایک مشرک نے اپنے سرہانے یہ لکھوایا۔

GOD IS NO WHERE　کہ خدا کہیں بھی نہیں ہے۔

لیکن جب اس کا بچہ اس کے پاس آیا تو اُس نے یہ فقرہ یوں پڑھا۔

GOD IS NOW HERE　کہ اب خدا یہاں ہے۔

عبارت میں ساری تبدیلی صرف W کے آگے پیچھے کرنے سے واقع ہوئی۔ بائیبل میں اسی نوع کی بعض غلطیاں واقع ہوتی رہی ہیں۔

مصنّف کہتا ہے کہ گو عبرانی عہد نامہ قدیم و جدید نسل در نسل بڑی احتیاط سے ہم تک پہنچایا گیا ہے لیکن یہ دعویٰ کرنا کہ یہ ہم تک لفظاً لفظاً بعینہٖ حالت میں پہنچا ہے غلط دعویٰ ہے۔

بائیبل پر تنقید (BIBLICAL CRITICISM)

اس سے قبل ہم نے TEXTUAL CRITICISM پر بحث کی ہے BIBLICAL CRITICISM

اور TEXTUAL CRITICISM میں فرق ہے۔ TEXTUAL CRITICISM میں تو ہر قسم کے متن پر تنقید ہو سکتی ہے۔ خواہ وہ بائیبل کا ہو یا غیر بائیبل کا لیکن BIBLICAL CRITICISM میں خاص طور پر بائیبل کی اغلاط کی نشاندہی کی جاتی ہے اور پھر اس کے مطابق بائیبل کے متن کی اصلاح کی جاتی ہے۔ متن کی غلطیوں کی ایک دلچسپ مثال مصنّف نے یہ دی ہے کہ یسعیا باب ۹ آیت ۳ میں لکھا ہے:۔

" Thou has multiplied the nation, and not
increased the joy; they joy before thee
according to the joy in harvest

ترجمہ:۔ اے اللہ! تُو نے قوم کو بڑھایا۔ تُو نے ان کی شادمانی کو زیادہ نہیں کیا۔ وہ تیرے حضور ایسے خوش ہیں جیسے فصل کاٹتے وقت خوشی منائی جاتی ہے۔

CRITICISM کے محققین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس عبارت میں لفظ NOT غلطی سے آگیا ہے۔ کیونکہ مفہوم کے اعتبار سے یہ بات بے معنی ہے کہ اے اللہ تُو نے قوم کو بہت برکت دی ہے اور ان کی خوشی کو نہیں بڑھایا۔

بامعنی عبارت تو یوں بنتی ہے کہ اے اللہ تُو نے قوم کو برکت دی اور ان کی خوشی کو بڑھایا ہے۔

("خاکسار نے جب اردو بائیبل کا انگریزی سے مقابلہ کیا تو اندازہ ہُوا کہ عین اس تنقید کے مطابق اب بائیبل میں تحریف کر کے" ان کی شادمانی کو زیادہ کیا" کے الفاظ لکھ دیئے گئے ہیں۔ ناقل)

مصنّف اس عنوان کے تحت آخر میں لکھتا ہے کہ یہ علم ہے بڑا خطرناک۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ممکن ہے کہ ہم کوئی عبارت اپنی عقل و دانش کے مطابق ٹھیک کر رہے ہوں مگر درحقیقت جس عبارت کی تصحیح کی گئی ہو وہی درست ہو اور تصحیح شدہ صورت غلط۔

پرانے مسوّدات پر ایک نظر

پرانے مسوّدات کی تعداد بے شمار ہے۔ اب تک دو ہزار مسوّدات سے زائد کی چھان پھٹک ہو چکی ہے بہت سے عجیب و غریب مسوّدات دستیاب ہوئے ہیں۔ کچھ سُرخ رنگ کی کھالوں پر لکھے ہوئے ہیں۔ بعض ملائم اور نازک کپڑوں پر۔ بعض چیتھڑوں کی شکل میں ہیں۔ کچھ ایسے ہیں گویا ابھی لکھے گئے ہوں۔ یہ مسوّدات کم و بیش ساری دُنیا سے ملے ہیں مثلاً فلسطین۔ عراق۔ افریقہ۔ بحرِ ہند کے جزائر۔ اٹلی۔ سپین۔ چین وغیرہ جیسی مسوّدات

یہودی علماء کی خانقاہوں سے ملے ہیں اور ہندوستان میں مالابار کے سیاہ رنگ کے یہود سے بکری کی کھالوں پہ یہ مسوّدات دستیاب ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض آذر نبی (یا کاہن) کے زمانہ (چوتھی یا پانچویں صدی قام) کے ہیں۔ ان مسوّدات کے ساتھ بہت سی عشق انگیز داستانیں وابستہ ہیں۔ ان بلند بانگ دعووں کے بعد مصنّف ان کی قلعی کھولتے ہوئے لکھتا ہے کہ جب ان مسوّدات کی تحقیق کی گئی تو ان ہزاروں سال پرانے مسوّدات کی حقیقت یہ معلوم ہوئی کہ قدیم ترین عبرانی مسوّدہ WILLIAM THE CONQUEROR سے ذرا سا پہلے کا ہے۔ یعنی گیارہویں صدی عیسوی کا دعویٰ تو یہ کیا جاتا تھا کہ ۳۰۰۰ سال پرانے مسوّدات موجود ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ۱۰۰۰ سال پرانا مسوّدہ بھی کوئی نہیں ہے یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ قدیم ترین تورات کا جو مسوّدہ موجود ہے اس کا اصل لکھنے والے سے اتنا دُور کا تعلق ہے جیسے کوئی آج انجیل لکھ دے اور کہے کہ یہ مسیح علیہ السلام کے زمانہ کی لکھی ہوئی ہے۔

بائبل کی حفاظت

یہاں طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ بائیبل اور انجیل زمانہ دراز ہُوا ضبطِ تحریر میں لائی گئی تھیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ پرانے مسوّدات اور قلمی نسخے وغیرہ موجود نہیں ہیں۔ اس کا عام طور پہ یہ جواب دیا جاتا ہے۔ کہ یہود نے وہ تمام مسوّدے تلف کر دیئے جو سٹینڈرڈ میسوریٹک بائیبل سے اختلاف رکھتے تھے۔ مصنّف مزید لکھتا ہے کہ ایسا ہی مسلمانوں کے عہد میں بھی ہو چکا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے قرآن کریم کا ایک مستند متن اپنانے کے بعد باقی ماندہ تمام مختلف فیہ نسخے تلف کروا دیئے۔

دوسرا ثبوت مصنّف یہ پیش کرتا ہے کہ ویدوں کے ساتھ بھی یہی سلوک ہُوا۔ حضرت مسیح علیہ السلام سے ۵۰۰ سال پہلے ویدوں کی نظرِ ثانی کروائی گئی اور تمام اختلافی وید تلف کروا دیئے گئے۔ چنانچہ آج حضرت مسیح علیہ السلام سے ۵۰۰ سال پرانے نسخے دستیاب نہیں ہوتے۔

پھر مصنّف لکھتا ہے کہ ممکن ہے کہ یہود کے قدیم مسوّدات کے ساتھ بھی یہی سلوک ہُوا ہو اور جو تھوڑے بہت قدیم نسخے ہم تک پہنچے ہیں وہ صرف اس وجہ سے بچ گئے ہوں کہ یہ نسخے غیر یہود کے قبضہ میں چلے گئے تھے۔

پھر مصنّف کہتا ہے کہ یہود کا یہ طریق تھا کہ جس مسوّدہ کے بارہ میں انہیں ذرا بھی شُبہ ہوتا اسے تلف کروا دیتے تھے۔ ان کے معبدوں کے ساتھ ایک گڑھا ہوتا تھا جہاں ایسے مسوّدات دفنائے جاتے تھے

لے : ص ۱۰۲۸ — ص ۱۰۸۷

فلسطین سے یہودیوں کی کئی بار جلاوطنی ہوئی چنانچہ فلسطینیوں کی بائیبل اور جلاوطن یہود کی بائیبل میں بے حد اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔

ہمارے زمانہ کے سب مسوّدات مسورائی مسوّدے کہلاتے ہیں۔ ان کے علاوہ آج کوئی عبرانی مسوّدہ دُنیا میں موجود نہیں ہے اور وقتاً فوقتاً جو مستند نسخے شائع ہوتے رہے ہیں وہ انہی کا ترجمہ ہیں لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہی حقیقی بائیبل ہے یا اس مسورائی مسوّدہ کے علاوہ کوئی اور نسخہ بھی موجود ہے اس کا جواب مصنّف نے چار حصّوں میں دیا ہے۔

۱۔ ابتدائی زمانہ کے مسوّدے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر عذرا کاہن تک۔

۲۔ عذرا کاہن سے یروشلم کی تباہی یعنی ستّر عیسوی تک۔

۳۔ طالمود کے زمانہ یعنی ۵۰۰ء تک۔

۴۔ مسوریوں یعنی MASSORETS کا زمانہ ۱۱۰۰ء تک۔

(ابتدائی زمانہ) THE EARLY AGES

ابتدائی زمانہ کا مشہور ترین مسوّدہ PENTATECH (پینٹے ٹیوک)[1] کہلاتا ہے۔ ابتدا میں اس کے بارہ میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا ہے۔ پھر یہ خیال کیا جانے لگا کہ عذرا کاہن کے وقت کا ہے۔ یعنی چوتھی پانچویں صدی قام کا۔

قدیم عبرانی لوگ ارضِ فلسطین میں رہنے کی بناء پر رُوحانی اور باطنی اعتبار سے غیر معمولی بلند مقام پر فائز سمجھے جاتے تھے۔ اور اس عہد میں مختلف تہواروں کے موقعہ پر یہ لوگ جو نظمیں اور گیت گایا کرتے تھے اور جنگوں کے متعلق قصّے کہانیاں بیان کرتے اور یہود کی جلاوطنی کے واقعات سناتے یہ سب کے سب پینٹے ٹیوک کا حصّہ بنتے گئے۔ پینٹے ٹیوک کے آگے کئی متن ہیں جن میں سے ایک سامریہ کے لوگوں کا نسخہ کہلاتا ہے۔ یہ نسخہ مغربی محققین کے ذریعے سترھویں صدی میں دستیاب ہُوا۔ چونکہ یہ نسخہ کئی صدیوں تک یہود کے عام استعمال میں نہیں آیا اسی لئے یہ خیال کیا جانے لگا کہ یہ متن بڑی حد تک تحریف سے محفوظ رہا ہوگا مصنّف لکھتا ہے کہ اس کے باوجود اس نسخہ میں بھی بے شمار اختلافات ہیں۔ اس سے مصنّف یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ

---

[1] یہ یونانی لفظ ہے اور اس کا اصل تلفّظ پینٹے ٹیوک ہے۔ اس کے لفظی معنی ہیں پانچ کتابیں یعنی عہد نامہ قدیم کی پہلی پانچ کُتب جنہیں تورہ بھی کہتے ہیں جو حضرت موسیٰؑ کی شریعت پر مشتمل ہیں۔

جس زمانہ میں یہ نسخہ گمنامی کی حالت میں داخل ہوا اور یہود کی رسائی سے باہر ہوگیا۔ یقینی طور پر اس سے پہلے ہی اس میں تحریف ہوگئی ہوگی ورنہ جو غلطیاں آج ملتی ہیں وہ جنم نہ لیتیں۔

رومن کیتھولک اپنے لاطینی نسخہ VULGATA مصنّفہ جیروم (JEROME) ۴۰۵ء کے مقابلہ میں اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

عبرانی کے ایک بڑے عالم جیسے گیسینیئس (GESENIUS) نے اس نسخے پر ماہرانہ تحقیق کی ہے اور اس کے بارہ میں تین آراء لکھی ہیں:۔

۱۔ پینٹے ٹیوک نسخوں میں گرامر کی فاش غلطیاں ہیں۔

۲۔ ان کے مصنّفوں نے ارادتًا بددیانتی سے ان میں تحریف کی ہے۔

۳۔ جو بات لکھنے والوں کو خود سمجھ نہ آئی یا مشکل محسوس ہوئی۔ انہوں نے اپنی مرضی سے اس میں تبدیلی کر دی۔

آخر میں مصنّف لکھتا ہے کہ پینٹے ٹیوک کے متن کو اب کوئی شخص بھی سند کے طور پر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

(باقی آئندہ شمارہ میں انشاء اللہ)

عشقِ محمّد صلے اللہ علیہ وسلم

بعد از خدا بعشقِ محمّدؐ مخمرم ❖ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

خدا کے بعد میں عشقِ محمدؐ میں سرشار ہوں — اگر یہی کفر ہے تو بخدا میں سخت کافر ہوں۔

ہر تار و پودِ من بسرآید بعشقِ او ❖ از خود تہی و از غمِ آں دلستاں پرم

میرے ہر رگ وریشہ میں اس کا عشق رچ گیا ہے۔ — میں اپنی خواہشات سے خالی اور اس معشوق کے غم سے پُر ہوں۔

(ازالہ اوہام)

سکھر کا سادھ بیلا

ایڈیٹر

مڈل سکول کا ہنوان ضلع گورداسپور میں پڑھتا تھا جب سکھر کے سادھ بیلا پر ایک طالب علم کا مضمون پڑھا۔ جو اپنے مدرسہ کے طلباء کے ساتھ اسے دیکھنے گیا تھا۔ اس وقت سے اسے دیکھنے کی خواہش تھی۔

یوں تو متعدد بار سکھر جانے کا اتفاق ہوا۔ لیکن ہر کام کے لئے ایک وقت مقدر ہوتا ہے۔ اس سال انیس فروری کو مجھے حضرت مصلح موعود کے جلسہ کے سلسلہ میں سکھر جانے کا اتفاق ہوا۔ تو یہ دیرینہ خواہش پوری ہوئی۔

سکھر کا شہر دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے اور بہت قدیم تجارتی شہر ہے۔ تقسیم ملک سے پہلے یہاں ہندو کثرت سے آباد تھے۔ اور تجارت پر ان کا قبضہ تھا۔

سیّد بیلا

اب جو ریل کا پُل بنا ہے اس کے اور سکھر بیراج کے درمیان ایک بہت بڑی جزیرہ نما چٹان تھی جو پہلے مسلمان فقیروں کے قبضہ میں تھی۔ اسے سیّد بیلا یعنی سیّدوں کا جنگل کہتے تھے۔ بیلا دریا کے کنارے جنگل کو کہتے ہیں۔ اُن سے ہندوؤں نے یہ جزیرہ نما خرید لیا اور اس کا نام "سادھ بیلا" یعنی سادھوؤں کا جنگل یا رہنے کی جگہ پڑا — اس کے بالمقابل جہاں اب نیا سکھر آباد ہے کہ پرانا سکھر دریا کے اُس پار موجودہ سکھر کے بالمقابل تھا۔ ایک منزل گاہ ہے کہتے ہیں یہاں مغلوں کی فوجوں نے قیام کیا تھا۔ اس کے پاس ایک مسجد بھی ہے۔ اور میدان بھی۔ اس جگہ کے لئے تقسیم ملک سے پہلے کانگریس کی حکومت میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان بڑا کشت وخون بھی ہوا۔

ہندوؤں کے قبضہ میں جب یہ جزیرہ نما گیا تو انہوں نے اسے بڑی ترقی دی۔ بڑے بڑے خوبصورت بلندوبالا مندر بنائے۔ لائبریری قائم کی اور سیّاحوں کی رہائش اور تفریح کے لئے مکانات اور پھل پھول کے پودے اگائے۔ انہوں نے یہ بھی کوشش کی اس جزیرہ نما یا بیلا سے دریا کے نیچے نیچے اس پار تک سرنگ بنائی جائے۔ جس کے آثار اب بھی بیلا کے اندر موجود ہیں۔

۲۱ر فروری کو مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ سکھر ۔ اُن کے پوتے ، نجم الحسن صاحب ایڈووکیٹ کے دو بچے ۔ خاکسار اور مربی سلسلہ نے محکمہ اوقاف سے اجازت لے کر اس سادھ بیلا میں قدم رکھا ۔ سادھ بیلا تک جانے کے لئے کشتیاں موجود ہیں ۔ اجازت نامہ دیکھ کر آپ کو کشتی میں سوار کر کے سادھ بیلا پہنچا دیتے ہیں ۔ ہمارے ساتھ کشتی میں ایک اور خاندان بھی اس تاریخی مقام کو دیکھنے گیا ۔

قریشی عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ کی ملازمت کا سارا عرصہ یہیں گذرا ۔ اس لئے آپ کی معلومات کافی وسیع تھیں ۔ کچھ حالات ہمیں ہمارے گائیڈوں نے بتلائے جو حکومت کی طرف سے اس مقام کی حفاظت کرتے ہیں ۔ ان میں ایک ہندو بھاون مل پجاری جو شالدھانی کا رہنے والا تھا ۔ دوسرا فیض محمد چوکیدار ۔ ان دونوں کو حکومت کی طرف سے معاوضہ دیا جاتا ہے ۔

اَب اگرچہ اس بیلے کی عمارتیں منہدم ہو رہی ہیں ۔ اس کا حُسن و رونق اُجڑ چکا ہے ۔ کہتے ہیں ہندوؤں کے وقت میں یہاں مور رہتے تھے جو اپنی دلکش آواز اور ناچ سے سیّاحوں کا استقبال کرتے ۔ سنگ مرمر کے کچھ بُت تو اَب بھی موجود تھے ۔ پھُول اَب کم نظر آتے ہیں ۔ درخت موجود ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انہیں لگانے والے اب رخصت ہو چکے ہیں ۔

ہندوؤں نے اپنے وقت میں اس چٹان کے ارد گرد مزید پتھر پھینک کر اسے بہت وسیع کر لیا تھا ۔ جہاں ہر سال بائیس جون کو تین دن میلہ لگتا تھا جس میں دور دراز سے ہندو شریک ہوتے ۔ ہر شہر اور علاقہ اپنی الگ منڈلی یا جلوس کی شکل میں آتا ۔ ہولی وغیرہ کا تہوار بھی یہاں منایا جاتا ہے ۔ رات کو یہاں ناٹک اور مذہبی ڈرامے ہوتے ۔ جس کی سٹیج آج بھی قائم ہے ۔

ہم نے جب سادھ بیلا کی سیڑھیوں پر قدم رکھا تو راج ہنسوں نے جو دریا میں سیڑھیوں کے قریب تیر رہے تھے اپنی آواز سے ہمارا استقبال کیا ۔ سامنے کپڑے کے بینر پر لکھا تھا :-

"سادھو بیلا شرائن کے یاتریوں کو خوش آمدید"

(منجانب شری سادھو بیلہ پربندھن کمیٹی سکھر)

محترم قریشی عبدالرحمٰن صاحب نے بتلایا کہ تقسیم ملک سے پہلے حضرت مصلح موعود بھی سادھ بیلا میں تشریف لے گئے تھے ۔ قریشی صاحب بھی حضور کے ساتھ تھے ۔ بڑا مہنت اس وقت بہت احترام سے پیش آیا ۔ ان دنوں یہاں روزانہ پاٹھ ہوتا تھا ۔ سیڑھیوں کے پاس بڑی بڑی مچھلیاں آتی تھیں جنہیں زائرین غذا وغیرہ ڈالتے ۔ اس وقت یہاں قریب قریب کوئی مچھلی کا شکار نہ کر سکتا تھا ۔ تقسیم ملک سے پہلے ہمارے مہاشہ محمد عمر صاحب کے یہاں کئی لیکچر ہوئے ۔ ان لیکچروں پر ان کا تبصرہ یہ تھا کہ ہندو مذہب کے متعلق ایسی معلومات ہماری بھی نہیں ۔

سکھر کے نام کی وجہ تسمیہ

کہتے ہیں کہ جب عرب یہاں وارد ہوئے تو اِس کی سخت گرمی کی وجہ سے انہوں نے کہا "ھٰذا سَقَرٌ" کہ یہ تو جہنّم ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ گرمیوں میں یہاں گرمی بہت شدّت کی پڑتی ہے۔ ہندوؤں کے وقت میں ہندو تاجروں میں پنچایت سسٹم تھا جس کی وجہ سے ساری منڈی میں بھاؤ ایک ہوتا تھا۔ اور تجارت پر وہ چھائے ہوئے تھے۔

سادھ بیلا کا مرکزی مندر

جب آپ سادھ بیلا میں داخل ہوتے ہیں تو سامنے ایک مندر ہے جس پر ہر طرف سنگِ مرمر نصب ہے۔ سامنے کی دیوار پر جنّت و جہنّم کی تصویریں کندہ ہیں۔ جنّت میں مرد و عورتیں۔ طبلے اور ڈھول پیٹ رہے ہیں۔ گانا بجانا ہو رہا ہے۔ ڈانس ہو رہا ہے۔ دوزخ میں مختلف جونوں کی تصاویر ہیں۔ گویا تناسخ یا آواگون کا فلسفہ آشکار کیا گیا ہے۔ دونوں کے درمیان ایک نہر بہہ رہی ہے۔ دائیں جانب جنّت ہے اور بائیں جانب جہنّم۔ گویا کچھ تصوّر وہی اپنایا ہے جو قرآن کا اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کا ہے۔

مرکزی مسجد کے اندر بابو دن کا سنگِ مرمر کا مجسمہ تھا۔ جس نے اس مندر کو بنایا۔ اس کے قدموں میں لکڑی کی کھڑاواں (چپل) تھی جس پر چاندی چڑھائی گئی تھی۔ اس کے دونوں طرف ہاتھیوں کے مجسمے تھے کہ وہ ان پر سواری کیا کرتے تھے۔ ہر طرف فریم کے اندر کرشن جی اور رادھا کرشن کی تصویریں تھیں گھنیش جی کی تصویر تھی جن کا سر ہاتھی کا تھا۔ آگے سونڈ لٹک رہی تھی۔ کچھ تصویریں اُن لوگوں کی تھیں جنہوں نے اس مندر کی تعمیر میں حصّہ لیا۔ کرشن جی کی تصویر کے ساتھ ارجن جی کی بھی تصویر تھی۔ جن میں کرشن جی نے کوروں سے جنگ کے وقت ہتھیار اٹھانے کی تلقین کی تھی۔ حضرت بابا نانک کی بھی کئی جگہ تصاویر تھیں۔ کہ یہ نانک پنتھی مسلک کے تھے۔ یہاں ایک طرف گیتا رکھی تھی تو دوسری طرف گرنتھ رکھا تھا۔ ایک جگہ شیولنگ بھی مندر میں نصب تھا۔ بعض مجسّموں کے سر غائب تھے۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ بُت شکنوں نے ثواب کمایا ہے۔

اِس مندر کے جو آخری مہنت تھے۔ اُن کے متعلق پتہ چلا کہ انہوں نے ہردوار جاکر اِس مسلک کا مندر قائم کیا۔

ایک دیوی کے مجسمہ کے قدموں میں کسی عقیدت مند نے ایک امرود اور ایک کنّو ہدیہ عقیدت پیش کیا تھا۔ ایک اَور کمرے میں ایک بُت کے کمرہ میں جنگلی کبوتر اوندھے منہ پڑا تھا۔ معلوم ہوتا ہے ان کھنڈروں میں اُن

کا بھی بسیرا ہے۔

ایک اشتہار صدر ضیاء الحق صاحب سے بالمیک سبھا سکھر کی جانب سے اپیل کی صورت میں بعض جگہ چسپاں تھا۔ پتہ چلا کہ صدر مملکت یہاں آئے تھے تو سادھ بیلا کی عمارتوں کی مرمت کے دو لاکھ روپیہ دان کیا تھا۔ بالمیکوں نے اس ضمن میں اپنا حق مانگا ہے۔

ایک جگہ ہنومان کی تصویر تھی جس میں اس مشہور واقعہ کو تصویری زبان میں دکھایا گیا تھا کہ جب راون کے ساتھ لڑائی میں رام کے بھائی لچھمن زخمی ہوئے اور رام نے ہنومان کو پہاڑ پر سے سرجن بوٹی زخم کے علاج کے لئے منگوائی تو وہاں ہر طرف اُسی قسم کی بوٹیاں اُگی ہوئی تھیں۔ اس پر راون نے پہاڑ اکھاڑ کر ہاتھ پر رکھ لیا اور دوڑتے ہوئے پہاڑ لاکر آگے رکھ دیا کہ اس میں سے وہ بُوٹی چُن لیں۔

اب بھی بیلے میں کچھ کھجوروں کے درخت تھے۔ آم اور جامن کے بھی درخت تھے۔ ہندوؤں کے نزدیک پیپل کا درخت مقدس ہے وہ بھی موجود تھا۔

ایک کنواں بھی تھا۔ اب پانی کا سسٹم ختم تھا۔ پائپ جگہ جگہ نظر آرہا تھا۔ جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ عروج کے وقت میں یہ جگہ بہت حسین وجمیل تھی۔ زائرین کے لئے الگ کمروں کا بھی انتظام ہوتا تھا۔

درگا دیوی کا مندر الگ تھا جسے ماتا دیوی بھی ہندو کہتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ شیر پر سواری کرتی تھی۔ اس لئے اسے شیراں والی دیوی بھی کہتے ہیں۔

یہاں اصل بانی کے چیلے نرائن داس۔ سری چنداں۔ ہری داس وغیرہ کے بھی بُت تھے۔ کہتے ہیں ہندوؤں کا یہ ارادہ تھا کہ اس بیلے کو ایک پُل کے ذریعہ شہر سے ملا دیا جائے تاکہ آمدورفت میں آسانی ہو جائے۔

بیلے کے سامنے دریا کے اس پار ایک جگہ ہے جسے ستھیوں کا استھان کہتے ہیں۔ اس بارے قبل حضرت مولانا عبدالمالک خانصاحب کے ساتھ یہ جگہ دیکھنے کا بھی موقعہ ملا تھا۔ اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ کوئی کہتا ہے یہ وہ نوجوان لڑکیاں ہیں جنہوں نے اپنی عزّت کی خاطر جان دے دی۔ کوئی کچھ کہتا ہے۔ کوئی کچھ۔ یہ قبریں اور اس کے علاوہ اور کئی قبریں ہیں جن کے کتبے موجود ہیں اور اونچی جگہ پر ہیں۔ اگر آپ بذریعہ ریل سکھر سے گذریں تو یہ قبریں دُور سے نظر آتی ہیں۔

شہر کی جانب دریا کے کنارے چھوٹی اور بڑی کشتیوں کا ایک بہت بڑا بیڑا موجود ہے۔ ایک پرانا دخانی جہاز بھی خراب وخستہ حالت میں وہاں موجود تھا۔ جو اب قابل استعمال نہیں۔ ایک کشتی جو بن رہی تھی۔ مچھیرے بنوا رہے تھے اس کی قیمت پوچھی تو بیس ہزار تھی۔ یہ اُن کشتیوں میں معمولی کشتی تھی۔ ان کشتیوں میں ہی مچھیرے رہتے ہیں۔ یہ مچھلی کا شکار کرتے ہیں یا اوپر سے ایندھن وغیرہ ان میں لاتے ہیں۔ ان کے

کُنبہ کے افراد اِن کشتیوں میں رہتے ہیں۔ یہیں کھاتے پیتے ہیں۔

محمدؐ بن قاسم کی رزم گاہ

یہاں سے دس بارہ میل دُور وہ جگہ ہے۔ جہاں نوجوان محمد بن قاسم نے جنگ لڑی تھی۔ اس جگہ کا نام "اروڑ" ہے۔ افسوس اسے نہ دیکھ سکا کہ اکیس کی شام کو ہی جس روز یہ میلا دیکھا مجھے واپس آنا تھا۔

قریشی صاحب کے ساتھ یہ تین روز آخری ملاقات کے تھے۔ اکیس کی شام کو ایک دوست کے ہاں کھانا بھی اکٹھا کھایا۔ قریشی صاحب اپنے گھر رخصت ہوئے اور میں اسٹیشن آگیا۔ اب قریشی صاحب خدا کو پیارے ہو چکے ہیں۔

بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

بقیہ اخلاق و آداب از صـ۱۲ سے آگے

نظر آتے ہیں۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

"جس نے اپنے بھائی کی عزّت کا دفاع کیا۔ اللہ قیامت کے روز اُس کے چہرہ سے آگ کو دُور رکھے گا۔"

قطع تعلّق جائز نہیں

حضرت ابو ایوب انصاری روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے۔ وہ راستہ میں آمنے سامنے ہوں وہ اِدھر مُنہ پھیرے یہ اُدھر۔

فرمایا ان میں سے بہتر وہ ہے جو دوسرے کو پہلے سلام کرتا ہے۔

تھائی لینڈ

(مکرم محترم سید داؤد مظفر شاہ صاحب ربوہ)

نوٹ: یہ مواد انسائیکلو پیڈیا آف برٹنیکا سے ماخوذ ہے۔

ملک کا نام

سابقہ نام سیام (SIAM) تھا۔ ۱۹۳۹ء میں اس کا نام تبدیل کر کے تھائی لینڈ رکھ دیا گیا یعنی آزاد شخص کی سرزمین (LAND OF FREE)

طرز حکومت

کامل ملوکیت کا ۱۹۳۲ء میں خاتمہ کر کے ایک نمائندہ قانون ساز ادارے کے ذریعہ آئینی حکمران مقرر کیا گیا۔

حدود اربعہ

مغرب اور شمال کی طرف اس کی سرحدیں برما سے اور شمال مشرق اور مشرق کی طرف لاؤس اور کمبوڈیا سے ملحق ہیں۔ جنوب مشرق اور جنوب کی طرف اس کی سرحدیں ملایا سے ملحق ہیں۔

اگرچہ اس کا رقبہ ۱۹۸٫۴۵۵ مربع میل تقریباً چاروں طرف سے زمین سے گھرا ہوا ہے تاہم اس کا ساحل (COAST LINE) سترہ سو میل ایک طرف خلیج بنگال تک اور جنوب مشرق میں خلیج سیام (تھائی لینڈ) تک چلی گئی ہے۔

دارالخلافہ

:- بنکاک (BENGKOK) دارالخلافہ ہے۔

قومی جھنڈا

قومی جھنڈا ۱۹۲۷ء میں اپنایا گیا۔ پانچ افقی پٹیاں ہیں۔ باہر کی پٹیوں کا رنگ سرخ۔ ان سے ملحق

دونوں طرف کی پٹیوں کا رنگ سفید اور درمیان میں نیلا رنگ ہے۔

قومی ترانے

قومی ترانے تین ہیں۔ پہلا: PLANG SANSAN PHRA BARAMI بادشاہ کی مدح میں۔ دوسرا: PLENG CARD JHAI (تھائی نیشنل ترانہ) تیسرا: PLENG MAHA CHATI (عظیم فتح کا ترانہ)

رائج الوقت سکہ

BAHT رائج الوقت سکہ ہے جس میں چھوٹا سکہ سو STUNGS ہے۔ غیر مقبول کاغذی کرنسی ہے۔ جس میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے۔ سرکاری تبادلے کی شرح خالص سونے کی ۰.۰۴۳۷۴۴۵ گرام + ۲۰.۸ BAHAT ایک ڈالر کے برابر ہے۔

پیپر نوٹ : ۵۰ سٹانگ، ۱، ۵، ۱۰، ۲۰ اور ۱۰۰ BAHT (بہت) ہیں۔

اوزان او پیمانے

میٹرک (METERIC) سسٹم لیگل سٹینڈرڈ ہے۔ لیکن بعض روایاتی یونٹ بھی کام کرتے ہیں۔

قومی تعطیلات

یکم جنوری سال نو، ۵ مئی کارونیشن ڈے۔ ۲۴ جون نیشنل ڈے، بدھسٹ لینٹ (LENT) ڈے جولائی میں، ۲۳ اکتوبر ملکہ کا یوم پیدائش، ۵ دسمبر بادشاہ کا یوم پیدائش، کانسٹی ٹیوشن ڈے ۱۰ دسمبر کو ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دن منائے جاتے ہیں۔

جغرافیائی خصوصیات

تھائی لینڈ کو پانچ میجر فزیکل ریجن میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔
(۱) مرکزی وادی۔ (۲) کانٹی نینٹل ہائی لینڈز (بڑا اعظمی کوہستانی علاقہ) شمالی اور شمال مغربی۔ (۳) شمال مشرق۔ (۴) جنوب مشرقی ساحل۔ (۵)۔ پینیسولا (PENSULA)

(۱) مرکزی وادی کو تھائی لینڈ میں بڑی اہمیت حاصل ہے جو کہ خلیج سیام (تھائی لینڈ) کے بالمقابل واقع ہے۔ یہ علاقہ تین اطراف میں پہاڑوں سے گِرا ہوا ہے۔ اور دریائے CHAO PHARAYA کے سیلابوں کی لائی ہوئی مٹی سے بنا ہوا ہے۔

(ii) CHAO PHARAYA دریا کی راجباہیں اور معاون دریا شمال سے جنوب میں ۳۰۰ میل تک پھیلے ہوئے ہیں جن کی چوڑائی ۱۰۰ سے لے کر ۱۵۰ میل تک ہے۔ اس دریا کے بنائے ہوئے ہموار میدانوں میں بڑی قیمتی زرعی دولت پائی جاتی ہے۔ تھائی لینڈ کی آبادی کا بیشتر حصہ یہاں آباد ہے۔

(iii) برّاعظمی کوہستانی علاقہ مرکزی وادی کے شمال اور مغرب میں واقع ہے۔ اس میں شمالی تھائی لینڈ شامل ہے جس کی تین اطراف میں برما اور لاؤس کی سرحدیں ہیں۔ یہاں غیر آباد اور متوازی پہاڑیوں کا سلسلہ قائم ہے جن میں نان (NON)، یام (YAM)، وانگ (WONG)، پنگ (PING) اور دوسرے دریا بہتے ہیں۔ یہی دریا آگے جا کر دریائے شاؤ فرایا (CHAU PHARAYA) سے جا ملتے ہیں۔ اس دریا کا نکاس (DRAINAGE) جنوب کی طرف MEHANG (مقام) میں اور مغرب کی طرف SALWEEN میں ہے جو کہ برما کا علاقہ ہے۔

(iv) شمالی تھائی لینڈ کے باشندے زیادہ تر چھوٹے چھوٹے اونچے اور نشیبی علاقوں میں رہتے ہیں۔ جو کہ دریا کی وادی کے قریب پہنچتے پہنچتے کشادہ ہو جاتے ہیں۔

(v) DOI INTHANON وہاں کی انتہائی بلند چوٹی ہے۔ اس کی اونچائی ۸۴۵۲ فٹ ہے۔ برما کی سرحد سے ملحق شمالی تھائی لینڈ سے لے کر PENINSULA تک مختلف قسم کے برّاعظمی کوہستانی علاقے پائے جاتے ہیں۔ یہاں بہت کم آبادی ہے۔ بڑی گہری وادیاں پائی جاتی ہیں۔ اور یہ پابند علاقے (RESTRICTED) کہلاتے ہیں۔

(vi) "تین پگوڈا پاس" تھائی لینڈ برما کی سرحد پر ایک دشوار گزار قدرتی راستہ ہے۔ جاپانیوں نے جنگ عظیم دوئم میں اس کو "ڈیتھ ریلوے" کے لئے استعمال کیا تھا۔ (اب یہ مسمار ہو چکا ہے)۔

(vii) چھوٹا جنوب مشرقی ساحلی علاقہ خلیج سیام کے بالمقابل ہے جسے پہاڑ مرکزی وادی اور کمبوڈیا سے جدا کرتے ہیں اس کی بلندی بعض جگہ پر پانچ ہزار فٹ ہے۔

(viii) موسم منطقہ حارہ کا سا ہے۔ وہاں تین موسم رہتے ہیں۔ (۱) مارچ سے مئی تک گرم موسم۔ (۲) جون تا اکتوبر موسم برسات۔ (۳) نومبر تا مارچ سرد موسم۔

برّاعظمی تھائی لینڈ میں بارشوں کا موسم جون تا اکتوبر ہوتا ہے۔ PENINSULA (جزیرہ نما)

تھائی لینڈ میں سارا سال بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔ سب سے زیادہ بارش مغربی ساحل پر مئی تا اکتوبر ہوتی ہے۔ اور مشرقی ساحل پر اکتوبر تا جنوری۔

درجہ حرارت سارے تھائی لینڈ میں ۵۵ فارن ہائٹ سے نیچے نہیں گرتا اور نہ ہی ۹۵ F سے بڑھتا ہے اور سالانہ اوسط بارش ۴۰ انچ ہوتی ہے۔ بنکاک (BANCKOK) کا اوسط درجہ حرارت ۸۳ F ہے (دسمبر میں ۷۹ F اور مئی میں ۸۶ F رہتا ہے)۔ بنکاک میں ۵۹ انچ بارش ہوتی ہے۔

(IX) جنگلوں سے ۷۰ فیصدی تھائی لینڈ گھرا ہوا ہے۔ بہت سی اقسام کے پودے اور جانور وہاں پائے جاتے ہیں۔ بانس، چقندر، ناریل، پام اور ساحلی علاقوں میں MANGROVES جھرنگ بھی پائے جاتے ہیں۔

جانوروں میں سے شیر، چیتے، ریچھ، اود بلاؤ پائے جاتے ہیں۔ اس طرح درختوں پر چڑھنے والے جانوروں میں سے دراز دست بندروں کے علاوہ اور بھی کئی قسم کے بندر پائے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھیڑیں۔ بکریاں۔ گائیں۔ بیل۔ بھینسیں۔ ایک سینگ والے گینڈے۔ جنگلی مویشی۔ پھدکنے والے جانور، ہرن اور سفید ہاتھی بھی پائے جاتے ہیں۔ ہزاروں قسم کے مُلکی پرندے بھی ہیں اور مگرمچھ۔ چھپکلیاں۔ سمندری کچھوے بھی بکثرت ہیں۔ مچھلی بھی دریاؤں میں پائی جاتی ہے۔

آبادی

یو۔ این کی ۱۹۶۹ء کی مردم شماری کی رُو سے تھائی لینڈ کی کُل آبادی ۳۴,۷۳۸,۰۰۰ ہے اوسط آبادی فی مربع میل ۱۷۰ نفوس ہے۔ لیکن مختلف علاقوں میں اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ زرعی علاقوں میں یہ اوسط ۸۴۰ نفوس فی مربع میل سے بڑھ جاتی ہے۔ تھائی آبادی زیادہ تر گاؤں میں آباد ہے۔ صرف بنکاک میں جو کہ دارالخلافہ ہے وہاں سب سے زیادہ شہری آبادی ہے۔ ملحقہ آباد جگہوں کی آبادی ملا کر بنکاک کی آبادی ۳,۰۸۵,۰۰۰ نفوس پر مشتمل ہے۔

۱۹۶۰ء کی مردم شماری سے یہ معلوم ہوا کہ بنکاک سے باہر دوسرے اہم شہر جو صوبوں میں واقع ہیں۔ جن کو CHANGWAT (چنگواٹ) کہتے ہیں۔ ان میں ۵ سے لے کر ۱۰ فیصدی تک لوگ آباد ہیں۔

تھائی لینڈ ۳۰ نسلی گروپس میں منقسم ہے۔ جن کا تعلق مختلف مذاہب، زبانوں، شکل و شباہت اور طرز بود و باش سے ہے۔ البتہ تھائی لوگ تین میجر اور تین مائنر گروپس میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔

میجر گروپس :- (۱) تھائی (سیامی)۔ سنٹرل وادی (۲)۔ شمالی تھائی۔ (۳) مشرقی تھائی۔
مائنر گروپس :- (۱)۔ پوتھائی تھائی۔ (۲) نارتھ تھائی۔ (۳) لیو (LAO) کا علاقہ جو کہ شمالی تھائی لینڈ کے شمال مشرقی حصّہ میں واقع ہے۔

سب سے بڑی نسلی اقلیت چینیوں کی ہے۔ ان کی تعداد ۳۰،۰۰۰ ۳٪ ہے۔ ہندوستانی ۱۱۰۰۰ ہیں۔ چینی اور ہندوستانی تجارت پیشہ میں سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ملائی ۹۰،۰۰۰ ہیں۔ یہ ملایا سے ملحق علاقے میں آباد ہیں۔ کمبوڈین ۲۳۰،۰۰۰ کمبوڈین علاقے سے ملحق آباد ہیں جو میکانگ سے لے کر گلف آف سیام تک پھیلے ہوئے ہیں۔ KUI ۱۲۵،۰۰۰ ہیں۔ KALEUNG ۳۵۰۰ شمال مشرق میں آباد ہیں۔ MONS کی تعداد ۸۵۰۰ ہے۔ PENINRULA میں برما کی سرحد پر۔ ویتنامی ۹۰،۰۰۰ آباد ہیں۔ کیرن ۷۵۰۰۰ ہیں جو برما کی سرحد پر آباد ہیں۔ ان کے علاوہ ۲۰ مزید اقلیت گروپس ہیں جن میں آکھا، ملکو، میو، کاموہ، ٹن، سو، لاوا ہیں۔ یہ قدیم باشندے ہیں اور تھوڑی تعداد میں ہیں۔ ان کی مجموعی تعداد ۳۵،۰۰۰ ہے۔

مذہبی گروپ

زیادہ تعداد بدھسٹ کی ہے جو کل آبادی کا نوّے فیصد ہیں۔ مسلمان زیادہ تر جنوب کی طرف رہتے ہیں۔ کنفیوشش۔ عیسائی ان کا نصف حصّہ سنٹرل ریجن میں رہتا ہے۔ ہندو اور سکھ زیادہ تر سنٹرل ریجن خصوصاً بنکاک میں رہتے ہیں۔

برہمن جن کی تعداد ۴۰۰۰ ہے اس کا اثر و رسوخ وہاں بہت ہے۔ ساری سرکاری تقریبات ان کی زیر سرکردگی ہی ہوتی ہیں۔ چاول کاشت کرنے کے لئے جو "ہل چلانے کی رسم" ملکہ اور بادشاہ کی موجودگی میں ہوتی ہے۔ برہمن اس کو سرانجام دیتے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے اس طرح چاولوں کی فصل بہت اچھی ہوگی۔

زبان

شاؤ فرایا ڈیلٹا (CHAO PHRAYADELTA) میں تقریباً ایک سی زبان ہی بولی جاتی ہے برمی، لاؤشش اور کمبوڈین زبان کا بھی یہاں اثر ہے ...... تاک اور کنچانا بوری کے جنوب مغربی علاقوں میں برما سے ملحق رہنے والے لوگ کارین اور مان زبانیں بولتے ہیں۔ کمفون سے جنوب تک تھائی لوگ جنوبی لہجہ اپناتے ہیں۔ جس میں کچھ موسیقی کا اثر ہوتا ہے۔ اکثر تھائی لوگ خصوصاً ٹیچرز صاحبان اور سرکاری افسران

مشرقی تھائی زبان کو سمجھتے اور بولتے ہیں۔ کمرشل سنٹرز میں محنت کش طبقہ اور تجارت پیشہ لوگ زیادہ تر دوسری بڑی زبان چینی بولتے ہیں۔

MEO اور HO زبانیں بھی بولی جاتی ہیں۔ سیکنڈری سکولز اور یونیورسٹیوں میں انگریزی زبان پڑھائی جاتی ہے۔ امریکن فوجیوں سے تعلقات کی وجہ سے بھی انگریزی بولی جاتی ہے۔ اور یہاں ہندوستانی تاجر ہندوستانی زبان ہی بولتے ہیں۔

متفرق اُمور

۱۔ ۱۹۳۲ء سے لے کر اب تک ۹ الیکشن ہو چکے ہیں۔

۲۔ مالی حالت اتنی اچھی نہیں ہے۔ فی کس آمدنی ۱۹۷۸ء میں ایک پاؤنڈ فی کس یعنی ۳۴۰۰ بحت (BAHT) تھی۔

۳۔ DOI, SUTHEP کی چوٹی سیاحوں کے لئے بہت کشش کا باعث ہے۔ وہاں شاہی محل بھی ہُوا ہے۔

۴۔ چونے کے پہاڑوں کی غاروں میں زمانہ ماقبل تاریخ کے انسانی ڈھانچے برآمد ہوئے ہیں۔

۵۔ اہم پراونشل سنٹرز یا چنگواٹ۔ چیانگ مائی۔ لو پنگ۔ خارائی اور نام چار دریاؤں کی لائی ہوئی زرخیز مٹی سے بنے ہیں۔

۶۔ باوجود کمیونسٹ گوریلا یلغار کے تھائی لینڈ نے اپنا سیاسی استحکام قائم رکھا ہے اور مغربی امداد کی وجہ سے اقتصادی حالت بھی برقرار رکھی ہے۔

۷۔ دریائے میکانگ کے قریب جھیلیں اور دلدلیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ جزیرے بھی آس پاس بکثرت ہیں۔ تھائی لینڈ اور لاؤس کی حکومتیں اس دریا کی کثیر مقدار میں زرخیز مٹی لانے کی وجہ سے زرعی اور انڈسٹریل فائدہ اٹھانے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ اس دریا کی سیرابی ۲۳۰۰ میل سے لے کر ۴۳۰۰ میل تک ہے۔

۸۔ چاول کے علاوہ مختلف قسم کی لکڑی۔ جیوٹ اور مویشی ایکسپورٹ کئے جاتے ہیں۔

۹۔ ان لوگوں کی معیشت کا زیادہ تر انحصار زرعی پیداوار پر ہے۔ لیکن بعض علاقوں میں بارشوں کی کمی اور ریتیلے علاقے ہونے کی وجہ سے وہ لوگ تنگ دستی کا شکار رہتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ اکثر نقل مکانی کرتے رہتے ہیں۔

۱۰۔ شمال مشرق کی شاہراہ جو کہ لاؤس تک جاتی ہے۔ اس کے آس پاس کے علاقوں کی بہبود کی طرف حکومت کی توجہ زیادہ ہے۔

بچوں کا صفحہ

حضرت مولانا سیّد سرور شاہ صاحب

پیارے بچو! آج ہم حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک اور قدیم ساتھی کا ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ تھے حضرت مولانا سیّد سرور شاہ صاحب۔ آپ ۱۸۹۷ء سے قبل داخل سلسلہ احمدیہ ہوئے۔

حضرت مولانا صاحب گھنڈی ضلع مظفر آباد ریاست کشمیر کے رہنے والے تھے۔ آپ پیر خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد محترم کا نام سیّد محمد حسین شاہ صاحب تھا۔ انہیں بھی حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت مولانا سرور شاہ صاحب دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ بیعت کے وقت آپ پشاور مشن کالج میں عربی کے پروفیسر تھے۔ بیعت کے بعد حضور کی خواہش پر آپ مستقل طور پر قادیان میں آبسے۔ اور پندرہ بیس روپے ماہوار پر مدرسہ احمدیہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ سکول کی گلی میں مرزا مہتاب بیگ صاحب کے شہر والے مکان کے قریب آپ نے چھ آنہ ماہوار پر مکان کرایہ پر لیا جس کی مکانیت دو کمرے اور کنال بھر صحن تھا۔

تیس سال کی آپ کی عمر تھی جب حضرت اقدس نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ مدّ ضلع امرتسر میں آپ کا مناظرہ مولوی ثناء اللہ امرتسری سے ہوا۔ اس مناظرہ کے حالات اعجاز احمدی میں لکھتے ہوئے حضرت اقدس نے آپ کو شیر کا خطاب دیا۔

آپ قرآن، دینی علوم اور منطق و فلسفہ میں بہت دسترس رکھتے تھے۔ قرآن مجید کی تفسیر آپ نے تفسیر سروری کے نام سے لکھی۔ حضرت اقدس کے زمانہ میں جب ایک بار آپ نے جمعہ کا خطبہ دیا تو حضور نے آپ کے خطبہ جمعہ کی تعریف فرمائی۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات کے بعد حضرت اقدس نے آپ کو امام الصلوٰۃ مقرر فرمایا۔ اس لئے بارہا حضرت اقدس نے آپ کی اقتداء میں نمازیں اور نماز جمعہ ادا فرمائی۔

آپ سلسلہ کے نہایت اہم عہدوں پر فائز رہے مثلاً جامعہ کے پرنسپل، مفتی سلسلہ احمدیہ۔ قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر جب مرکز سے باہر تشریف لے جاتے تو کئی بار آپ کو امیر مقامی مقرر فرمایا۔ آپ سب سے پہلے سیکرٹری مجلس کارپرداز تھے۔ سیکرٹری مجلس کارپرداز ہونے کی حیثیت میں آپ نے ایسا عمدہ کام کیا کہ قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر نے آپ کے کام کی تعریف فرمائی۔ جب آپ سیکرٹری مقرر ہوئے وصیت کی آمد پچاس ساٹھ

ہزار روپے سالانہ تھی۔ آپ کی محنت اور توجہ سے یہ پانچ لاکھ تک پہنچ گئی۔

آپ نماز باجماعت کی بہت پابندی فرماتے تھے۔ آپ آخری بیماری میں ایک روز بخار کی حالت میں اللہ کے گھر تشریف لائے۔ تھرمامیٹر لگا کر دیکھا تو اس وقت آپ کو ۱۰۵ درجے کا بخار تھا۔ اور ایک روز تو آپ یہاں بیہوش بھی ہوگئے۔ وفات سے ایک دن پہلے بھی اللہ کے گھر میں جاکر نماز ادا فرمائی۔

حدیث میں آیا ہے قیامت کے دن اس شخص کو بھی خدا کا سایہ میسر ہوگا جس کا دل اللہ کے گھر سے اٹکا ہؤا ہے۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا شیر علی صاحب، حضرت مولانا سرور شاہ صاحب اور ڈاکٹر غلام غوث صاحب اس حدیث کے مصداق تھے۔

سادات خاندان کے اس عالم کا ایثار ملاحظہ کیجئے کہ جب آپ جامعہ کی پرنسپل شپ سے ریٹائر ہوئے تو پنشن ۷۴ روپے پچاس پیسے مقرر ہوئی جو آپ کی کالج کی ابتدائی تنخواہ سے بھی کم تھی۔

آپ کا رنگ گورا۔ قد درمیانہ۔ مضبوط جسم۔ بلند ناک۔ سر پر لمبے بال۔ ہمیشہ پگڑی پہنتے۔ واسکٹ کی جیب میں گھڑی رکھتے۔ سر اور داڑھی میں خضاب لگاتے۔ لباس صاف ستھرا۔ اوپر جُبّہ پہنتے۔ ہاتھ میں سونٹی رکھتے۔ نماز نہایت درجہ خشوع و خضوع اور گداز سے ادا فرماتے۔ قادیان کے سب اماموں سے آپ لمبی نماز پڑھاتے۔

سلسلہ کے یہ اجلّ عالم ۳ رجون ۱۹۴۷ء کو ۸۴ سال کی عمر میں اپنے مولا کے حضور حاضر ہوگئے — اَللّٰھُمّ ارحمہ واعلی درجاتہ۔

پیارے بچّو! سلسلہ کے لئے آپ نے حضرت مولوی صاحب کا ایثار اور سجدہ گاہ میں نماز کی پابندی کا سُنا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا اور کوشش کرو کہ اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلو۔

نُورٌ عَلیٰ نُور

"جہاں یہ سچ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم اور اسلام نے حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف جیسے انسان پیدا کئے۔ وہاں اس میں بھی شبہ نہیں کہ یہ ذکی اور فہیم انسان اللہ تعالےٰ نے اس لئے چُن لئے کہ اسلام کی بہترین خدمت یہی لوگ کر سکتے تھے۔ یہ سچ ہے کہ اسلام نے ان لوگوں کے نام روشن کئے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ ان لوگوں کے ذریعہ اسلام کا نام روشن ہؤا۔"　　(خطبہ جمعہ ۶ رجون ۱۹۴۷ء)

مناجات حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ

(مرسلہ: مسعود احمد صاحب خورشید کراچی)

حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ (اللہ تعالیٰ کی آپ پر سلامتی ہو) کا دعائیہ اردو اور فارسی و عربی کلام نہایت ہی روح پرور اور جاں گداز ہے۔ درثمین فارسی سے آپ کے بعض دعائیہ اشعار پیش خدمت ہیں۔

اے خدا، اے چارہ سازِ ہر دلِ اندوہگیں ٭ اے پناہِ عاجزاں، آموزگارِ مذنبیں

اے خدا اے ہر غمگیں دل کے چارہ گر — اے عاجزوں کی پناہ اور اے گنہگاروں کے بخشنے والے

از کرم آں بندۂ خود را، بہ بخشش ہا نواز ٭ وایں جدا افتادگاں را، از ترحّم ہا ببیں

از راہِ مہربانی اپنے اس بندہ پر بخشش فرما۔ — اور ان پسماندگان پر نظرِ رحمت کر۔ (فتح اسلام)

اے خداوند رہنمائے جہاں ٭ صادقاں را از کاذباں برہاں

اے جہان کو ہدایت دینے والے مالک — سچوں کو جھوٹوں کی گرفت سے رہائی بخش

آتش افتادہ در جہاں ز فساد ٭ الغیاث اے مغیثِ عالمیاں

فساد کی وجہ سے دنیا میں آگ لگ گئی۔ — اے اہلِ جہاں کے فریاد رس امداد کو پہنچ۔ (آسمانی فیصلہ)

اے خدا، اے مالکِ ارض و سما ٭ اے پناہِ حزبِ خود در ہر بلا

اے خدا۔ اے زمین و آسمان کے مالک — اے ہر مصیبت میں اپنی جماعت کی پشت و پناہ

اے رحیم و دستگیر و رہنما ٭ ایکہ در دست تو فصل است و قضا

اے رحیم و دستگیر اور رہنما — اے کہ وہ تیرے ہاتھ میں فیصلہ اور حکم ہے

سخت شورے اوفتاد اندر زمیں ٭ رحم کن بر خلق اے جاں آفریں

زمین میں سخت شور برپا ہے — اے جانِ آفرین اپنی مخلوق پہ رحم فرما

امرِ فیصل، از جنابِ خود نما ٭ تا شود قطعِ نزاع و فتنہ ہا

اپنی درگاہ سے فیصلہ کن تصوالی کوئی بات ظاہر کر۔ تا کہ جھگڑے اور فساد بند ہو جائیں۔ (آسمانی فیصلہ)
